

At-Talaq ٱلطَّلَاق

بِسَمِ ٱللهِ ٱلرَّحْمُنِ ٱلرَّحِيمِ

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful

Name

At-Talaq is not only the name of this Surah but also the title of its subject matter, for it contains commandments about Talaq (divorce) itself. Hadrat Abdullah bin Masud has also described it as Surah an-Nisa-al-qusra, i.e. the shorter Surah an-Nisa.

Period of Revelation

Abdullah bin Masud has pointed out, and the internal evidence of the subject matter of the Surah confirms the same, that it must have been revealed after those verses of Surah Al-Baqarah in which commandments concerning

divorce were given for the first time. Although it is difficult to determine precisely what is its exact date of revelation, yet the traditions in any case indicate that when the people started making errors in understanding the commandments of Surah Al-Baqarah, and practically they also began to commit mistakes, Allah sent down these instructions for their correction.

Theme and Subject Matter

In order to understand the commandments of this Surah, it would be useful to refresh one's memory about the instructions which have been given in the Quran concerning divorce and the waiting period (*Iddat*).

Divorce may be pronounced twice; then the wife may either be kept back in fairness or allowed to separate in fairness. (Surah Al-Baqarah, Ayat 229).

And the divorced women (after the pronouncement of the divorce) must wait for three monthly courses... and their husbands are fully entitled to take them back (as their wives) during this waiting period, if they desire reconciliation. (Surah Al-Baqarah, Ayat 228).

Then, if the husband divorces his wife (for the third time), she shall not remain lawful for him after this divorce, unless she marries another husband. (Surah Al-Baqarah, Ayat 230).

When you marry the believing women, and then divorce them before you have touched them, they do not have to fulfill a waiting period, the completion of which you may demand of them. (Surah Al-Ahzab, Ayat 49).

And if those of you who die, leave wives behind, the women

should abstain (from marriage) for four months and ten days. (Surah Al-Baqarah, Ayat 234).

The rules prescribed in these verses were as follows:

- 1. A man can pronounce at the most three divorces on his wife.
- 2. In case the husband has pronounced one or two divorces, he is entitled to keep the woman back as wife within the waiting period and if after the expiry of the waiting period the two desire to re-marry, they can remarry, there is no condition of legalization (tahlil). But if the husband has pronounced three divorces, he forfeits his right to keep her as his wife within the waiting period, and they cannot re-marry unless the woman re-marries another husband and he subsequently divorces her of his own free will.
- 3. The waiting period of the woman, who menstruates, and marriage with whom has been consummated, is that she should pass three monthly courses. The waiting period in case of one or two divorces is that the woman is still the legal wife of the husband and he can keep her back as his wife within the waiting period. But if the husband has pronounced three divorces, this waiting period cannot be taken advantage of for the purpose of reconciliation, but it is only meant to restrain the woman from re-marrying another person before it comes to an end.
- 4. There is no waiting period for the woman, marriage with whom has not been consummated, and who is divorced even before she is touched. She can re-marry, if she likes, immediately after the divorce.

5. The waiting period of the woman whose husband dies, is four months and ten days.

Here, one should understand well that Surah At-Talaq was not sent down to annul any of these rules or amend it, but it was sent down for two purposes;

First, that the man who has been given the right to pronounce divorce should be taught such judicious methods of using this right as do not lead to separation, as far as possible however, if separation does take place, it should only be in case all possibilities of mutual reconciliation have been exhausted. For in the divine law provision for divorce has been made only as an unavoidable necessity; otherwise Allah does not approve that the marriage relationship that has been established between a man and a woman should ever break. The Prophet (peace be upon him) has said: Allah has not made lawful anything more hateful in His sight than divorce. (Abu Daud). And: Of all the things permitted by the law, the most hateful in the sight of Allah is the divorce. (Abu Daud).

The second object was to complement this section of the family law of Islam by supplying answers to the questions that had remained after the revelation of the commandments in Surah Al-Baqarah. So, answers have been supplied to the following questions: What would be the waiting period of the women, marriage with whom has been consummated and who no longer menstruate, or those who have not yet menstruated, in case they are divorced? What would be the waiting period of the woman, who is pregnant, or the woman whose husband dies, if she is

divorced? And what arrangements would be made for the maintenance and lodging of the different categories of divorced women, and for the fosterage of the child whose parents have separated on account of a divorce?

اس سورہ کا نام ہی الطلاق نہیں ہے ، بلکہ یہ اس کے مضمون کا عنوان بھی ہے ، کیونکہ اس میں طلاق ہی کے احکام بیان ہوئے ہیں حضرت عبداللہ بن مسود نے اسے سورۃ اَلدِّسَاً عِالقُصْرَیٰ بھی کہا ہے ، یعنی چوٹی سورہ اَلدِّسَاً عِالقَصْرَیٰ بھی کہا ہے ، یعنی چوٹی سورہ اَلدِّسَاً ع۔

زماية نزول

صنرت عبد الله بن متعودٌ نے صراحت فرمائی ہے ، اور سورہ کے مضمون کی اندرونی شہادت بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ اس کا نزول لازماً سورہ بقرہ کی ان آیات کے بعد ہوا ہے جن میں طلاق کے احکام پہلی مرتبہ دیئے گئے تھے ۔ اگر چہ یہ تعین کرنا مشکل ہے کہ اس کا زمانہ نزول کیا ہے لیکن بہر مال روایات سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جب سورہ بقرہ کے احکام کو سمجھنے میں لوگ غلطیاں کرنے گئے ، اور علاً بھی ان سے غلطیوں کا صدور ہونے لگا، تب الله تعالی نے ان کی اصلاح کے لئے یہ ہدایت نازل فرمائیں۔

موضوع اور مضمون

اس سورہ کے احکام کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان ہدایات کو پھر سے ذہن میں تازہ کر لیا جائے جو طلاق اور عدت کے متعلق اس سے پہلے قرآن مجید میں بیان ہو چکی ہیں:

اَطَّلَاقُ مَرَّتُنِ، فَإِمْسَكُ مِمَعُرُو نِ اَوْتَسُرِيْحٌ م بِإِحْسِانٍ (البقره ـ 229) ' طلاق دو بار ہے ، پھر يا تو سيدهي طرح عورت كوروك ليا جائے يا بھلے طریقے سے رفصت كر دیا جائے ''

وَ الْمُطَلَّقُ اللَّهُ مِنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلْتَ قُورُ وَ عِدد وَبُعُولَتُهُنَّ اَحَتُّ بِرَدِّ هِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ اَمَادُوْ اللَّالَ عَلَيْ اللَّهُ مِنَ اللَّهُ اللَّهُ عَلَيْ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَيْ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَيْ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَيْ اللَّهُ اللَّلِلْ اللَّهُ اللَّ

ر کھیں۔۔۔۔۔اور ان کے شوہراس مدت میں ان کو (اپنی زوجیت میں) واپس لے لینے کے حق دار میں اگر وہ اصلاح پر آمادہ ہوں''۔ فَانَ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ، بَعُلُ حَتَى تَنْكِحَ زَوْ جاً غَيْرَ لا ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ (البقره ـ 130) ـ '' پھراگر وہ (تبسریِ بار) اس کو طلاق دے دے تواس کے بعد وہ اس کے لیے ملال یہ ہوگی یہاں تک کہ اس عورت کا نکاح کسی اور سے ہوجائے ۔۔۔۔۔، إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُوْ مِنْتِ ثُمَّ طَلَّقُتُمُو هُنَّ مِنْ قَبُلِ أَنْ تَمَسُّو هُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِلَّ ةٍ تَعْتَلُّ وْ فَمَا (الاحزاب۔ 49)۔ '' جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرواور پھرانہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہے جس کے پورے ہونے کا تم مطالبہ کر سکو''۔ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَنَ مُونَ أَرُواجاً يَّتَبَّرِبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَمْ بَعَ هُ أَشُهُرِ وَّعَشُراً (البقره ۔ 234)۔ '' اور تم میں سے جو لوگ مرجائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں چار مہینے دس دن تک اینے آپ کوروکے رفھیں ''۔ ان آیات میں جو قواعد مقرر کیے گئے تھے وہ یہ تھے: ایک مردزیادہ سے زیادہ اپنی بیوی کو تین طلاق دے سکتا ہے ۔ 2)۔ ایک یا دو طلاق دینے کی صورت میں عدت کے اندر شوہر کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزر جانے کے بعد وہی مرد و عورت مچھر نکاح کرنا چاہیں توکر سکتے ہیں، اس کے لیے تحلیل کی کوئی شرط نہیں ہے ۔ لیکن اگر مرد تین طلاق دے دے تو عدت کے اندر رجوع کا حق ساقط ہو جاتا ہے ِ، اور دوبارہ نکاح بھی اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک عورت کا نکاح کسی اور مرد سے نہ ہو جائے اور وہ کبھی اپنی مرضی سے اس کو طلاق نہ

3)۔ مدخولہ عورت، جس کو حیض آنا ہو، اس کی عدت یہ ہے کہ اسے طلاق کے بعد تین مرتبہ حیض آ جائے ۔ ایک طلاق یا دو طلاق کی صورت میں اس عدت کے معنی یہ ہیں کہ عورت ابھی تک اس شخص کی زوجیت

میں ہے اور وہ عدت کے اندراس سے رجوع کر سکتا ہے ۔ لیکن اگر مرد تین طلاق دیے چکا ہو تو بیہ عدت رجوع کی گنجائش کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف اس لیے ہے کہ اس کے ختم ہونے سے پہلے عورت کسی اور شخص سے نکاح نہیں کر سکتی۔ 4)۔ غیرمد خولہ عورت، جے ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دی جائے، اس کے لیے کوئی عدت نہیں ہے۔ وہ چاہے تو طلاق کے بعد فوراً نکاح کر سکتی ہے۔ 5)۔ جس عورت کا شوہر مرجانے اس کی عدت چار مبینے دس دن ہے۔ اب بیہ بات اچھی طرح سمجھ لینی جاہیے کہ سورہ طلاق ان قواعد میں سے کسی قاعدے کو منسوخ کرنے یا اس میں ترمیم کرنے کے لیے نازل نہیں ہوئی ہے ، بلکہ دو مقاصد کے لیے نازل ہوئی ہے۔ ایک بہ کہ مرد کو طلاق کا جوافتیار دیا گیا ہے اس استعال کرنے کے ایسے حکیانہ طریقے بتائے جائیں جن سے حتی الامکان علیحدگی کی نوبت یہ آنے یائے ، اور علیحدگی ہو تو بدرجہ آخر ایسی حالت میں ہو جبکہ باہمی موافقت کے سارے امکانات ختم ہو چکے ہوں۔ کیونکہ خدا کی شریعت میں طلاق کی گنجائش صرف ایک ناگزیر ضرورت کے طور پر رکھی گئی ہے ، ورنہ الله تعالیٰ اس بات کو سخت ناپسند فرماتا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان جوازدواجی تعلق قائم ہوچکا ہووہ پھر کبھی ٹوٹ جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مَا احَلَ الله شیئاً ابغض الیه من الطلاق- ' الله نے کسی ایسی چیزکو طلال نہیں کیا ہے جو طلاق سے بڑھ کر اسے ناپسند ہو'' (ابو داؤد)۔ اور ابغض الحلال الى الله عزّو جَل الطلاق۔ ''تمام طلال چیزوں میں الله كوسب سے زیادہ ما پسند طلاق ہے "۔ (ابو داؤد)۔ دوسرا مقصدیہ ہے کہ سورہ بقرہ کے احکام کے بعد جو مزید مسائل جواب طلب باقی رہ گئے تھے ان کا جواب دے کر اسلام کے عائلی قانون کے اس شعبہ کی تعمیل کر دی جائے ۔ اس سلسلے میں یہ بتایا گیا ہے کہ جن مدخوله عورتوں کو حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا جنہیں ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، طلاق کی صورت میں ان کی عدت کیا ہوگی۔ اور جو عورت ماملہ ہواہے اگر طلاق دے دی جانے یا اس کا شوہر مرجانے تواس کی عدت کی

مدت کیا ہے ۔ اور مختلف قسم کی مطلقہ عورتوں کے نفقہ اور سکونت کا انتظام کس طرح کیا جائے ۔

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful.

الله کے نام سے ہو بہت مهربان منایت رحم والا ہے۔

بِسُمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

1. O Prophet, when you divorce women, so divorce their them at prescribed periods, *1 and count the period. *2 And fear Allah, your Lord. Do not expel them out of their houses, nor should they leave, *3 except that they commit clear a indecency. *4 And these are the limits of Allah. And who ever transgresses the limits of Allah, so indeed he will wrong his self. You know not,

it may be that Allah

will bring about

after this a matter

اے نبی جب طلاق دوتم عورتوں کو توطلاق دو انکو انکی عدت کو پیش نظر رکھ کر **اور شمار رکھو مدّت کا۔ ** اور ڈرو اللہ سے ہو تہارا رب ہے۔ نہ نکالو انہیں انکے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں 3* مگریہ کہ وہ کریں بے حیائی کھلے طور پر *4* ۔ اور یہ ہیں صدود الله کی۔ اور جو کوئی تجاوز کرے گا اللہ کی مدود سے تو بیشک وہ ظلم کرے گا این آپ پر۔ نہیں جانتے تم کہ شاید الله پیدا کر دے اسکے بعد كونى صورت (موافقت

يَايُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقُتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِلَّقِنَّ وَ آحُصُوا الْعِلَّةَ ۚ وَ اتَّقُوا اللَّهَ رَبُّكُمْ أَلَا يُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بْيُوْتِهِنَّ وَلَا يَغُرُجُنَ إِلَّا أَنْ يَّأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللهِ وَمَنْ يَتَعَكَّ حُكُودَ اللهِ فَقَلُ ظَلَمَ نَفُسَهُ لا تَدُيئ لَعَلَّ اللَّهَ يُعُدِثُ بَعُنَ ذٰلِكَ اَمْرًاهُ (of reconciliation).

*1 That is, O believers, you should not make undue haste in the matter of pronouncing divorce: your minor family quarrels should not so incite you that you should pronounce the final divorce in a fit of anger and there remains no chance for reconciliation. However When you have to divorce your wives, you should divorce them for their prescribed waiting period. Pronouncing divorce for the waiting period has two meanings and both are implied here.

First, that you should divorce them at a time when their waiting period can begin. This thing has already been prescribed in Surah Al-Baqarah, Ayat 228. The waiting period of the married woman who menstruates is three monthly courses after the pronouncement of divorce. If this commandment is kept in view the only appropriate time of pronouncing divorce that the waiting period may duly begin is when she is not in her courses, for the waiting period cannot begin from the course during which she may have been divorced, and divorcing her in that state would mean that, contrary to the divine command, her waitingperiod should extend to four courses instead of three courses. Furthermore, this commandment also demands that the woman should not be divorced in the period of purity during which the husband may have had sexual intercourse with her. For in this case, at the time divorce is pronounced, neither the husband nor the wife can know whether has conceived in consequence she the

intercourse or not. Because of this neither the waiting period can begin on the hypothesis that this would be reckoned in view of the succeeding monthly courses nor on the hypothesis that this would be the waiting period of a pregnant woman. So, this commandment lays down two rules simultaneously. First, that divorce should not be pronounced during menstruation. Second, that divorce may be pronounced either in the period of purity during which there was no sexual intercourse with the woman, or in the state when the woman's being pregnant was known. A little consideration of the matter will show that the restrictions imposed on the pronouncement of divorce are for good reasons. The reason for imposing the restriction on the pronouncement of divorce during menstruation is that in this state the husband and the wife are somewhat estranged from each other because of the prohibition of sexual intercourse in this state and also from the medical viewpoint it is confirmed that the woman is temperamentally normal during the courses. Therefore, if a quarrel starts between them in this state, both the husband and the wife would be helpless to an extent to put an end to it, and if the matter is deferred till the woman is free from her courses, there is the possibility that the woman also may return to her normal temperamental state and the mutual attraction that nature has placed between them also may work and reunite them. Likewise, the reason for prohibiting the pronouncement of divorce during the purity period in which sexual intercourse may have taken place, is that if in consequence of it conception takes place,

It can neither be known to the husband nor to the wife. Therefore, it cannot be a suitable time for pronouncing the divorce. If the man comes to know that conception has taken place, he would think a hundred times before deciding finally whether he should pronounce divorce or not on the woman who carries his child in her womb. The woman also in view of the future of her child would try her best to remove the causes of her husband's displeasure. But if a decision is taken blindly, in undue haste, and then it is known that conception had taken place, both will regret it later.

This is the first meaning of divorcing for the prescribed waiting period, which applies only to those women marriage with whom has been consummated, who menstruate and may possibly conceive. As for its second meaning it is this: If you have to divorce your wives, you should divorce them till the expiry of their waiting period. That is, do not pronounce three divorces all at once leading to permanent separation, but pronounce one, or at the most two divorces, and wait till the end of the waiting period, so that there remains some chance for reconciliation for you at any time during this period. According to this meaning; this commandment is also useful in respect of those woman marriage with whom has been consummated and who menstruate as well as of those who no longer menstruate, or those who have not yet menstruated, or those whose pregnancy at the time of the pronouncement of divorce is known. If this divine command is rightly followed, no one will regret after having pronounced divorce, for if divorce

is pronounced in this way, there remains room for reconciliation within the waiting period, and even after the expiry of the waiting period the possibility remains that the separated husband and wife may remarry if they wish reconciliation.

This same meaning of *talliqu-hunna li-iddati hinna* (divorce them for their prescribed waiting-period) has been given by the earliest commentators. Ibn Abbas has given this commentary of it: One should not pronounce divorce during menstruation nor in the period of purity (*tahr*) during which the husband may have had sexual intercourse. But one should leave the wife alone till she attains purity after the course; then one may pronounce a single divorce on her. In this case even if there is no reconciliation and the waiting period expires, she would be separated by the single divorce. (Ibn Jarir).

Abdullah bin Masud says: Divorce for the waiting period means that one should pronounce the divorce in the woman's state of purity without having had an intercourse with her. The same commentary has been reported from Abdullah bin Umar, Ata, Mujahid, Maimun bin Mahran, Muqatil bin Hayyan, and Dahhak, Ibn Kathir. Ikrimah has explained it thus: One may pronounce the divorce in the state when the woman's being pregnant is known, and not when one has had sexual intercourse with her and it is not known whether she has conceived or not. (Ibn Kathir). Both Hasan Basri and Ibn Sirin say: Divorce should be pronounced during the state of purity without having had sexual intercourse or when the woman's being pregnant

becomes known. (Ibn Jarir).

The intention of this verse was best explained by the Prophet (peace be upon him) himself on the occasion when Abdullah bin Umar had divorced his wife while she was discharging the menses. The details of this incident have been reported in almost all collections of Hadith and the same, in fact, are the source of the law in this connection. It so happened that when Abdullah divorced his wife while she was menstruating, Umar came before the Prophet (peace be upon him) and mentioned it to him. The Prophet (peace be upon him) expressed great displeasure and said: command him to take her back and keep her as his wife till she is purified, that she again menstruates and is again purified: then if he so desires he may divorce her in her state of purity without having any sexual intercourse with her. This is the waiting period which Allah Almighty has prescribed for the divorce of women. In a tradition the words are to the effect: Either one may pronounce the divorce in the woman's state of purity without having a sexual intercourse, or in the state when her being pregnant becomes fully known.

The intention of this verse is further explained by a few other Ahadith which have been reported from the prophet (peace be upon him) and some of the major companions. Nasai has related that the Prophet (peace be upon him) was informed that a person had pronounced three divorces on his wife in one sitting. He stood up in anger and said: Are the people playing with the Book of Allah, although I am present among you? Seeing the Prophet's extreme anger on

this occasion, a person asked: Should I not go and kill the man?

Abdur Razzaq has reported about Ubadah bin as-Samit that his father pronounced one thousand divorces on his wife. He went before the Prophet (peace be upon him) and asked his ruling on it. The Prophet (peace be upon him) said: By the three divorces the woman stood separated from him along with Allah's disobedience, and 997 pronouncement remained as acts of injustice and sin, for which Allah might punish him if He so willed and forgive him if He so willed.

In the details of the incident concerning Hadrat Abdullah bin Umar, which have been related in Daraqutni and Ibn Abi Shaibah, another thing also is that when the Prophet (peace be upon him) commanded Abdullah bin Umar to take his wife back, he asked: Had I pronounced three divorces on her, could I have taken her back even then? The Prophet (peace be upon him) replied: No, she would have stood separated from you, and this would have been an act of sin. In another tradition the Prophet's (peace be upon him) words are to the effect: Had you done this, you would have committed disobedience of your Lord while your wife would have been separated from you.

The legal rulings reported from the companions in this regard are also in complete conformity with the Prophet's (peace be upon him) injunctions. According to a tradition in Muwatta, a person came to Abdullah bin Masud and said: I have pronounced eight divorces on my wife. Ibn Masud asked: What legal opinion have you been given in

this regard? He said: I have been told that the woman stands separated from me. Ibn Masud said: The people have said the right thing: the legal position is the same as they have told you.

Abdur Razzaq has related from Alqamah that a person said to Ibn Masud: I have pronounced 99 divorces on my wife. He said: Three divorces separate her from you; the rest are (acts of sin) excesses.

Waki bin al-Jarrah in his sunah has reported this very viewpoint of both Uthman and Ali. A person came to Uthman and said: I have pronounced a thousand divorces on my wife. He replied: She stood separated from you by three divorces. When a similar problem was presented before Ali he replied; By three divorces she stood separated from you. You may distribute the rest of your pronouncements on the rest of your wives if you so like.

Abu Daud and Ibn Jarir have related, with a little variation in wording, a tradition from Mujahid, saying: While I was sitting with Ibn Abbas, a person came and said: I have pronounced three divorces on my wife. Ibn Abbas heard it but kept silent for so long that I thought he was perhaps going to return his wife to him. Then he said: One of you first commits the folly of pronouncing the divorces; then he comes and says: O lbn Abbas, O Ibn Abbas! whereas Allah has said that whoever fears Him in whatever he does, He will open a way for him out of the difficulties. You did not fear Allah; now I do not find any way for you: you have disobeyed your Lord, and your wife stands separated from you.

Another tradition, which also has been reported from Mujahid and related with a little variation in wording in muwatta and Tafsir by Ibn Jarir, says: A person pronounced a hundred divorces on his wife; then he asked Ibn Abbas for his opinion. He replied: By three divorces she stood separated from you. With the other 97 you made a jest of the revelations of Allah! This is according to Muwatta. According to Ibn Jarir the words of Ibn Abbas were to the effect: You disobeyed your Lord, and your wife stood separated from you, and you did not fear Allah that He might open a way for you out of the difficulty.

Imam Tahavi has related that a man came to Ibn Abbas and said: My uncle has pronounced three divorces on his wife. He replied: Your uncle has disobeyed Allah and committed a sin and followed Satan. Now, Allah has left no way open for him out of the difficulty.

According to a tradition in Muwatta and Abu Daud, a man pronounced three divorces on his wife before the consummation of marriage; then desired to remarry her, and came out to know the legal aspect of the matter. The reporter of the Hadith, Muhammad bin lyas bin Bukair, says: I accompanied him to Ibn Abbas and Abu Hurairah. The reply each one gave was: You have let slip from your hand whatever opportunity was there for you. Zamakhshari has stated in al-Kashshaf that Umar used to beat the man who would pronounce three divorces on his wife (at one and the same time) and then would enforce his divorces.

Saeed bin Mansur has related this very thing from Anas on

sound authority. In this connection, the general opinion of the companions which Ibn Abi Shaibah and Imam Muhammad have related from Ibrahim Nakhai was: The companions approved of this method that one may pronounce a single divorce on the wife and leave her alone till she completes three monthly courses. These are the words of Ibn Abi Shaibah. The words of Imam Muhammad are to the effect: The approved method with them was that in the matter of divorce one should not exceed one divorce till the waiting period is completed.

The detailed law that the jurists of Islam have compiled with the help of these Ahadith and traditions in the light of the above mentioned Quranic verse, is as follows:

(1) The Hanafis regard divorce as of three kinds: Ahsan, hasan, and bidi. The ahsan form of divorce is that one may pronounce only one divorce on his wife during a tahr (purity) period in which one must refrain from sexual intercourse and leave the wife to complete her waiting period. The hasan form of divorce is that one may pronounce one divorce in each period of purity: in this case pronouncement of three divorces, one each in three periods of purity, is also not against the Shariah, although the best approved method is to pronounce only one divorce and leave the wife to complete her waiting period. The bidi form of divorce is that one must pronounce three divorces in a single sitting, or pronounce three divorces at different times during the same period of purity, or pronounce divorce during menstruation, or pronounce it in the period of purity during which he has had a sexual intercourse. Of

these whichever course one may adopt one will be guilty a sin. This is the law in respect of the woman marriage with whom has been consummated and who has regular courses. As for the woman marriage with whom has not been consummated, she can be divorced both in the state of purity and during menstruation, and this is according to the sunnah. And if the woman is such a one marriage with whom has been consummated who no longer menstruates, or the one who has not yet menstruated, she can be divorced even after the sexual intercourse for there is no chance of her being pregnant. And if the woman is pregnant, she also can be divorced after the sexual intercourse, for her pregnancy is already established. But the method of pronouncing divorce on these women according to the sunnah, is that the divorce may be pronounced at the interval of one month in each case. However, the ahsan method is that only one divorce may be pronounced and the woman left to complete her waiting period. (Hedayah, fath al-Qadir, Ahkam al-Quran Al-Jassas, Umdat al-Qari).

According to Imam Malik divorce is also of three kinds. sunni, bidi makruh and bidi haram. The divorce according to the sunnah is that a single divorce be pronounced on the woman marriage with whom has been consummated and who menstruates, during her state of purity without having had sexual intercourse, and the woman be left to complete her waiting period. The *bidi makruh* form is that divorce be pronounced in the period of purity during which one may have had sexual intercourse, or more divorces than one be

pronounced in the period of purity while there was no sexual intercourse, or three divorces be pronounced, one each in separate periods of purity within the waiting-period, or three divorces be pronounced all at once. And bidi haram is that divorce be pronounced during menstruation. (Hashiyah ad-Dusuqi alal-Sharh-al-Kabir Ibn aI- Arabi, Ahkam al-Quran).

The authentic viewpoint of Imam Ahmad bin Hanbal which is generally agreed upon by the Hanbalis is: The approved method (i.e. the one according to the sunnah) of divorcing a wife with whom marriage has been consummated and who menstruates is that a single divorce be pronounced on her in her period of purity without having had sexual intercourse with her, and then she be left to complete her waiting period. But if she is giver three divorces, one each in three separate periods of purity or three divorces in one and the same period of purity, or divorced thrice at once, or divorced during the courses, or divorced in the period of purity during which the husband has had intercourse and her being pregnant is not known, all these would be disapproved and forbidden forms of divorce. But if the woman is such that marriage with her has been consummated but who no longer menstruates, or such who has not yet menstruated, or is pregnant, in her case there is neither any difference of approved and disapproved with regard to time nor with regard to the number of divorces pronounced. (Al-Insaf fi Marifat-ar-Rajih min al-Khilaf ala Madhhab Ahmad bin Hanbal).

According to Imam Shafei, in the matter of divorce the

difference between the approved (i.e. according to the sunnah) and the reprehensible (i.e. against the sunnah) forms of divorce is only with regard to time and not with regard to number, That is, to pronounce divorce on a woman marriage with whom has been consummated and who menstruates, during menstruation or to pronounce divorce on a ovarian, who can conceive, during such a period of purity in which the husband has had sexual intercourse with her and the woman's pregnancy is unknown, is disapproved and forbidden. As for the number, whether three divorces are pronounced at one time, or pronounced in the same period of purity, or pronounced in separate periods of purity, they are not against the sunnah in any case. In case the woman is such that marriage with her has not been consummated, or the one who no longer menstruates, or the one who has not yet menstruated, or the one whose being pregnant is known, there is no difference between the approved and the disapproved forms of divorce. (Mughni al-Muhtaj). (2) A divorce being irregular, reprehensible, forbidden, or sinful with the four Imams does not mean that it does not have effect. According to all the four Sunni Schools, whether a divorce is pronounced during menstruation, or thrice at once, or pronounced in the period of purity during which the husband has had sexual intercourse and the woman's being pregnant is unknown, or pronounced in a manner disapproved by an Imam, in any case it does become effective, although the pronouncer commits an act of sin. But some other scholars differ in this regard from

the four Imams.

Sai bin al-Musayyab and some other immediate followers of the companions say that the divorce of the person who pronounces it during menstruation, or pronounces it thrice at one time, does not take place at all. The same is the opinion of the Imamiah sect of the Shias. The basis of this opinion is that since this form of divorce is forbidden and utterly irregular, it is ineffective, whereas the Ahadith that we have cited above, clearly show that when Abdullah bin Umar divorced his wife during menstruation, the Prophet (peace be upon him) commanded him to take her back; had the divorce not taken effect at all, the command to take the wife back would have been meaningless. And this also confirmed by many Ahadith that the Prophet (peace be upon him) and the major companions considered the pronouncement of more divorces than one at one time sinful but did not regard his divorce as ineffective.

Taus and Ikrimah say that only one divorce takes place if divorce is pronounced thrice at once, and this very view has been adopted by Imam Ibn Taimiyyah. The source of his this opinion is that Abu as-Sahba asked Ibn Abbas: Don't you know that in the lifetime of the Prophet (peace be upon him) and Abu Bakr and in the early period of Umar a triple divorce was considered a single divorce? He replied: Yes. (Bukhari, Muslim). And in Muslim, Abu Daud and Musnad Ahmad, Ibn Abbas's this statement has been cited: In the lifetime of the Prophet (peace be upon him) and Abu Bakr and during the first two years of the caliphate of Umar a triple divorce was considered a single divorce. Then Umar

expressed the view: As the people have started acting hasty in a matter in which they had been advised to act judiciously and prudently, why should we not enforce this practice? So, he enforced it.

But this view is not acceptable for several reasons. In the first place, according to several traditions lbn Abbas's own ruling was against it, as we have explained above. Secondly, it is contrary to those Ahadith also, which have been reported from the Prophet (peace be upon him) and the major companions, in which the ruling given about the pronouncement of a three-fold divorce at one time is that all his three divorces become effective. These Ahadith have also been cited above. Thirdly, from Ibn Abbas's own tradition itself it becomes evident that Umar had publicly enforced the triple divorce in the assembly of the companions, but neither then nor after it these companions ever expressed any difference of opinion. Now, can it be conceived that Umar could decide an issue against the Sunnah? And could the companions also accept his decision without protest? Furthermore, in the story concerning Rukanah bin Abdi Yazib, a tradition has been related by Abu Daud, Tirmidhi, Ibn Majah, Imam Shafei, Darimi and Hakim, saying that when Rukanah pronounced three divorces on his wife in one and the same sitting, the Prophet (peace be upon him) asked him to state on oath whether his intention was to pronounce one divorce only, (That is, the two subsequent divorces were pronounced only to lay emphasis on the first divorce; the triple divorce was not intended to create separation permanently). And when he

stated this on oath, the Prophet (peace be upon him) gave him the right to take his wife back. This brings out the truth of the matter as to what kind of divorces were considered a single divorce in the earliest period of Islam. On this very basis, the interpreters of the Hadith have explained the tradition of Ibn Abbas thus: As in the early period of Islam deceit and fraud in religious matters was almost unknown among the people, the statement of the pronouncer of a triple divorce was admitted that his real intention was to pronounce only a single divorce, and the two subsequent divorces had been pronounced only for the sake of emphasis. But when Umar saw that the people first pronounced three divorces in haste and then presented the excuse of pronouncing them only for the sake of emphasis, he refused to accept this excuse. Imam Nawawi and Imam Subki regard this as the best interpretation of the tradition from Ibn Abbas, Finally, there is disagreement in the traditions of Abu as-Sahba himself, which he has related concerning the saying of Ibn Abbas. Muslim, Abu Daud and Nasai have related from this same Abu as-Sahba another tradition; saying that on an inquiry by him. Ibn Abbas said: When a person pronounced a three-fold divorce on his wife before consummation of marriage, it was considered a single divorce in the lifetime of the Prophet (peace be upon him) and Abu Bakr and in the early period of Umar, Thus, one and the same reporter has reported from Ibn Abbas traditions containing divergent themes and this diversity weakens both the traditions.

(3) As the Prophet (peace be upon him) had commanded the pronouncer of the divorce during menstruation to take his wife back, the dispute has arisen among the jurists as to what is the exact sense of this command. Imam Abu Hanifah, Imam Shafei, Imam Ahmad, Imam Auzai, Ibn Abi Laila, Ishaq bin Rahawaih and Abu Thaur say that such a person would be commanded to take his wife back, but would not be compelled to do so. (Umdat al-Qari). The Hanafi viewpoint as stated in Hedayah is that in this case taking the wife back is not only preferable but also obligatory. In Mughni al-Muhtaj the Shafei viewpoint has been stated to be that the approved (i.e. one according to Sunnah) method for the one who has pronounced divorces during menstruation, but has not pronounced a triple divorce, is that he should take his wife back, and should refrain from pronouncing divorce in the following period of purity, but should pronounce it, if he so likes, in the period of purity when the wife has become free from her next menstrual course and attained purity, so that his revocation of the divorce pronounced during menstruation is not taken in jest. The Hanbali viewpoint as presented in Al-Insaf is that in this state it is preferable for the pronouncer of divorce to take his wife back. But Imam Malik and his companions say that pronouncement of divorce during menstruation is a cognizable offense. Whether the woman makes a demand or not, it is in any case the duty of the ruler that if such an act of some one is brought to his notice, he must compel the person to take his wife back and should continue to press him till the end of the waiting-period; and

if he refuses to take her back, he should imprison him; if he still refuses, he should beat him; and if he still does not accede, the ruler should give his own decision, saying: I return your wife to you. And the ruler's this decision would be effective after which it would be lawful for the man to have sexual intercourse with the woman, whether he intends to take her back or not, for the ruler's intention represents his intention. (Hashiyah ad-Dusuqi). The Malikis also say that if the person, who has taken his wife back willingly or unwillingly, after divorcing her during menstruation, has made up his mind to repudiate her, the preferable method for him is that he should refrain from divorcing her in the period of purity following the menstruation during which he divorced her, but should divorce her in the period of purity following the next menstruation. The prohibition to pronounce divorce in the period of purity following the menstruation in which divorce was pronounced, has been enjoined so that the return of the pronouncer during menstruation does not remain merely oral, but he should have sexual intercourse with the woman during the period of purity. Then, since the pronouncement of divorce in the period of purity in which sexual intercourse has taken place is prohibited, the right time for pronouncing it is the following period of purity only. (Hashiyah ad-Dusuqi).

(4) As to the question: Till when has the pronouncer of one revocable divorce the power to take his wife back? Difference of opinion has arisen among the jurists and this difference has occurred on the question: What do the

words thalathata quru-in of Surah AI-Baqarah, Ayat 228 imply: three menstruation or three periods of purity? According to Imam Shafei and Malik, qara implies a period of purity, and this view is held on the authority of Aishah, Ibn Umar and Zaid bin Thabit. The Hanafi viewpoint is that qara implies menstruation and the same is the authentic viewpoint of Imam Ahmad bin Hanbal too. This view is based on the authority of all the four rightly-guided Caliphs, Abdullah bin Masud, Abdullah bin Abbas, Ubayy bin Kab, Muadh bin Jabal, Abu ad-Darda, Ubadah bin as-Samit and Abu Musa al-Ashari. Imam Muhammad in his Muwatta has cited a saying of Shabi, saying that he met thirteen of the Prophet's companions and they all held this same opinion, and this very view was adopted by many of the immediate followers of the companions also. On account of this difference of opinion, according to the Shafeis and the Malikis, the waiting period of the woman comes to an end as soon as she enters the third menstruation, and the man's power to take her back is terminated. And if the divorce has been pronounced during menstruation, this menstruation will not be counted

towards the waiting-period but the waiting-period will come to an end as soon as the woman enters the fourth menstruation. (Mughni al-Muhtaj; Hashiyah ad-Dusuqi). The Hanafis viewpoint is that if the menstrual discharge in the third menstruation stops after ten days, the waiting-period of the woman will come to an end with it whether she takes purification bath or not; and if the discharge ceases within less than ten days, the waiting-period will not

come to an end until the woman has taken her purification bath, or until a prayer time has passed. In case water is not available, according to Imam Abu Hanifah and Imam Abu Yusuf, the man's right to return to her will be terminated, when she has performed her prayer with tayammum (purification with dust), and, according to Imam Muhammad, as soon as she has performed tayammum itself. (Hedayah). Imam Ahmad's authentic viewpoint which is held by the majority of the Hanbalis is that as long as the woman does not have her purification bath after the third menstruation, the man's right to return to her will remain. (Al-Insaf).

(5) As for the question that is the method of taking the wife back? The jurists agree that the person, who has pronounced a revocable divorce on his wife, can return to her whenever he likes before the expiration of the waitingperiod, whether the woman is desirous of this or not, for the Quran says: Their husbands are best entitled to take them back as their wives during this waiting-period. (Surah Al-Baqarah, Ayat 228). From this it can automatically be concluded that until the expiry of the waiting-period, the marriage tie remains intact and the husbands can take them back before they are separated absolutely and finally. In other words, taking the wife back does not mean renewal of marriage for which the woman's consent may be necessary. After being unanimous so far, the jurists have different opinions about the method of taking the wife back.

According to the Shafeis, return can take place only by the

oral word, not by conduct. If the husband does not say with the tongue that he has taken the wife back, no act of intercourse or intimacy, even if performed with the intention of resuming marital relationship, will be considered resumption of the relationship. Rather in this case seeking of any kind of enjoyment from the woman is unlawful even if it is without lust. But there is no ban on having sexual intercourse with the woman, who has been divorced revocably, for the scholars have not agreed on its being unlawful. However, the one who believes in its being unlawful will be punishable. Furthermore, according to the Shafei viewpoint, it is in any case, incumbent to pay a proper or customary dower (mahr mithal) in case the husband has intercourse with the wife whom he had divorced revocably, whether after it he takes her back orally or not. (Mughni a-Muhtaj).

The Malikis say that return can be effected both orally and by conduct. If for the purpose of resumption by word of mouth the husband uses express words, the resumption will take place whether he intended it or not; even if he uttered express words of resumption in jest, these words would amount to return and resumption. But if the words are not express, they would be considered resumption of relationship only in case they were pronounced with the intention of resumption. As for resumption by conduct, no act whether it is an act of intimacy or sexual intercourse, can be considered resumption as long as it has not been performed with the intention of the resumption of marital relation. (Hashiyah adDusuqi; Ibn Arabi; Ahkam al-

Quran).

As for resumption of relationship by the word of mouth, the Hanafi and the Hanbali viewpoint is the same as the Maliki. As for resumption by conduct, the ruling of both the Schools, contrary to the Malikis, is that if the husband performs sexual intercourse with the woman whom he has divorced revocably within the waiting-period, it would by itself amount to resumption whether there was the intention of resumption or not. However, the difference between the viewpoints of the two Schools is that according to the Hanafis every act of intimacy amounts to resumption even if it is of a lesser degree than sexual intercourse; whereas the Hanbalis do not regard a mere act of intimacy as resumption of marital relationship. (Hedayah, Fath al-Qadir, Umdat al-Qari Al-Insaf).

(6) As for the consequences of talaq as-sunnah (regular form of divorce according to the sunnah) and talaq al-bidi (irregular form of divorce) the difference is this: In case one or two divorces have been pronounced, the divorced woman and her former husband can re-marry by mutual consent even if the waiting-period has expired. But if a man has pronounced three divorces, resumption of marital relation is neither possible within the waiting-period, nor after the expiry of the waiting period, unless, however, the woman marries another person, the marriage is duly contracted and consummated, and then either the second husband divorces her or dies; then if the woman and her former husband wish to re-marry by mutual consent, they can do so. In most collections of the Ahadith, a tradition

has been reported on sound authority, saying that the Prophet (peace be upon him) was asked: A man pronounced three divorces on his wife, then the woman married another man and the two had privacy but there was no intercourse; then he divorced her. Now, can this woman re-marry her former husband? The Prophet replied: No, unless her second husband has enjoyed her just as her first husband had enjoyed her. As for the prearranged marriage (tahlil) which is meant to legalize the woman for her former husband, so that she would marry another man, who would divorce her after having had sexual intercourse with her, this is invalid according to Imam Abu Yusuf, and according to Imam Abu Hanifah, the woman would become lawful for her former husband by this ceremony but such a thing is reprehensible to the extent of being unlawful. Abdullah bin Masud has reported that the Prophet (peace be upon him) said: Allah has cursed both, the legaliser (muhallil) and the one for whom legalization is performed (muhallil-lahu). (Tirmidhi, Nasai). **Uqbah bin Amir says that the Prophet (peace be upon him)** asked his companions: Should I not tell you as to who is a hired bull? The companions said that he should. He said: It is he who performs tahlil (legalization of marriage). Allah's curse falls both on the muhalil (legalizer) and on the muhallal-lahu (the one for whose sake marriage is legalized). (Ibn Majah, Daraqutni).

1* یعنی تم لوگ طلاق دینے کے معاملہ میں یہ جلد بازی نہ کیا کروکہ جونہی میاں ہیوی میں کوئی جھگڑا ہوا، فوراً ہی غصے میں آکر طلاق دے ڈالی، اور نکاح کا جھٹکا اس طرح کیا کہ رجوع کی گنجائش بھی نہ چھوڑی۔ بلکہ جب

تمہیں بیوبوں کو طلاق دینا ہو توان کی عدت کے لیے دیا کرو۔ عدت کے لیے طلاق دینے کے دو مطلب ہیں اور دونوں ہی یہاں مراد بھی ہیں: ایک مطلب اس کا بیر ہے کہ عدت کا آغاز کرنے کے لیے طلاق دو، یا بالفاظ دیگر اس وقت طلاق دوجس سے ان کی عدت شروع ہوتی ہو۔ یہ بات سورہ بقرہ آیت 228 میں بتائی جا چکی ہے کہ جس مدخولہ عورت کو حیض آتا ہواس کی عدت طلاق کے بعد تین مرتبہ حیض آنا ہے ۔ اس عکم کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو عدت کا آغاز کرنے کے لیے طلاق دینے کی صورت لازماً یہی ہو سکتی ہے کہ عورت کو حالت حیض میں طلاق یہ دی جائے ، کیوں کہ اس کی عدت اس حیض سے شروع نہیں ہو سکتی جس میں اسے طلاق دی گئی ہو، اور اس عالت میں طلاق دینے کے معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ کے عکم کے غلاف عورت کی عدت تاین حیض کے بجائے چار حیض بن جائے ۔ مزید برال اس حکم کا تفاضا یہ مجھی نہے کہ عورت کواس طہر میں طلاق نہ دی جائے جس میں شوہراس سے مباشرت کر چکا ہو، کیونکہ اس صورت میں طلاق دیتے وقت شوہراور بیوی دونوں میں سے کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آیا مباشرت کے نیٹیج میں کوئی حل قرار پاگیا ہے یا نہیں،اس وجہ سے عدت کا آغاز نہ اس مفروضے پر کیا جا سکتا ہے کہ یہ عدت آئندہ حیضوں کے اعتبار سے ہوگی اور نہ اسی مفروضے پر کیا جا سکتا ہے کہ یہ حاملہ عورت کی عدت ہوگی۔ پس یہ حکم بیک وقت دوباتوں کا مقتضی ہے۔ ایک بیر کہ حیض کی حالت میں طلاق نہ دی جائے ۔ دوسرے بیر کہ طلاق یا تواس طہر میں دی جائے جس میں مباشرت نہ کی گئی ہو، یا پھر اس مالت میں دی جائے جبکہ عورت کا حاملہ ہونا معلوم ہو۔ غور کیا جائے تو محوس ہو گاکہ طلاق پر بیہ قیدیں لگانے میں بہت بردی مصلحت ہے۔ حیض کی عالت میں طلاق نہ دینے کی مصلحت یہ ہے کہ یہ وہ عالت ہوتی ہے جس میں عورت اور مرد کے درمیان مباشرت ممنوع ہونے کی وجہ سے ایک طرح کا بعد پیدا ہو جاتا ہے ، اور طبی حثیت سے جھی یہ بات ثابت ہے کہ اس مالت میں عورت کا مزاج معمول پر نہیں رہتا۔ اس لیے اگر اس وقت دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے تو عورت اور مرد دونوں اسے رفع کرنے کے معاملہ میں ایک مدتک بے بس ہوتے ہیں، اور جھگڑے سے طلاق تک نوبت پہنچانے کے بجائے اگر عورت کے حیض سے فارغ ہونے تک انتظار کر لیا جائے تواس امر کا کافی امکان ہوتا

ہے کہ عورت کا مزاج بھی معمول پر آ جائے اور دونوں کے درمیان فطرت نے جو طبعی کش رکھی ہے وہ بھی اپنا کام کر کے دونوں کو پھر سے جوڑ دے ۔ اسی طرح جس طہر میں مباشرت کی جا چکی ہواس میں طلاق کے ممنوع ہونے کی مصلحت یہ ہے کہ اس زمانے میں اگر حل قراریا جائے تو مرد اور عورت، دونوں میں سے کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ اس لیے وہ وقت طلاق دینے کے لیے موزوں نہیں ہے ۔ حمل کا علم ہو جانے کی صرت میں تو مرد بھی دس مرتبہ سوچے گاکہ جس عورت کے پیٹ میں اس کا بچے پرورش یا رہا ہے اسے طلاق دے یا مذ دے ، اور عورت مجھی اپنے اور اپنے بچے کے مستقبل کا خیال کر کے شوہر کی ناراضی کے اسباب دور کرنے کی پوری کوشش کرے گی۔ لیکن اندھیرے میں بے سوچے سمجھے تیر چلا بیٹھنے کے بعد اگر معلوم ہوکہ حل قرار یا چکا تھا، تو دونوں کو پچھتانا پرے گا۔ یہ تو ہے '' عدت کے لیے '' طلاق دینے کا پہلا مطلب، جس کا اطلاق صرف ان مدخولہ عورتوں پر ہوتا ہے جن کو حیض آنا ہواور جن کے عاملہ ہونے کا امکان ہو۔ اب رہا اس کا دوسرا مطلب، تووہ بیر ہے کہ طلاق دینا ہو تو عدت تک کے لیے طلاق دو، یعنی بیک وقت تاین طلاق دے کر ہمیشہ کی علیحدگی کے لیے طلاق مذ دے بیٹھو، بلکہ ایک، یا مدسے مد دو طلاقیں دے کر عدت تک انتظار کروٹا کہ اس مدت میں ہروقت تمہارے لیے رجوع کی گنجائش باقی رہے ۔ اس مطلب کے لحاظ سے بیہ حکم ان مدخولہ عورتوں کے معاملہ میں مجھی مفید ہے جن کو حیض آنا ہواوران کے معاملہ میں مجھی مفید ہے جن کو حیض آنا بند ہوگیا ہو، یا جنہیںِ امجھی جیض آنا شروع یہ ہوا ہو، یا جن کا طلاق کے وقت حاملہ ہونا معلوم ہو، اس فرمان النی کی پیروی کی جائے توکسی شخص کو مجھی طلاق دے کر پھتانا نہ پڑے ، کیونکہ اس طرح طلاق دینے سے عدت کے اندر رجوع بھی ہو سکتا ہے ، اور عدت گزر جانے کے بعد بھی یہ ممکن رہتا ہے کہ سابق میاں بیوی پھر باہم رشتہ جوڑنا چاہیں تو از سر نو نکاح کر کیں۔ طَلِّقُوۡ هُنَّ لِعِلَّ بِهِي معنى اكابر مفسرين نے بيان كيے ہيں۔ ابن عباسٌ اس كى تفسير ميں فرماتے ہيں کہ '' طلاق حیض کی حالت میں نہ دے ، اور نہ اس طہر میں دے جس کے اندر شوہر مباشرت کر چکا ہو، بلکہ اسے چھوڑے رکھے یہاں تک کہ حیض سے فارغ ہوکر وہ طاہر ہو جائے ۔ پھراسے ایک طلاق دے دے ۔ اس صورت میں اگر وہ رجوع نہ بھی کرے اور عدت گزر جائے تو وہ صرف ایک ہی طلاق سے جدا ہوگی'' (ابن

جریر)۔ صرت عبدالله بن مسور فرماتے ہیں '' عدت کے لیے طلاق یہ ہے کہ طہر کی مالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دی جائے ''۔ یہی تفسیر حضرت عبد الله بن عمر، مجاہد، میمون بن مهران، مقاتل بن حیان، اور ضحاک رحمهم الله سے مروی ہے (ابن کثیر) عکرمہ اس کا مطلب بیان کرتے ہیں ' ِ طلاق اس ِ مالت میں دے کہ عورت کا عاملہ ہونا معلوم ہو، اور اس عالت میں نہ دے کہ وہ اس سے مباشرت کر چکا ہواور کچھ پنۃ نہ ہو کہ وہ حاملہ ہو گئی ہے یا نہیں '' (ابن کثیر)۔ حضرت حن بصری اور ابن سیرین، دونوں کہتے ہیں '' طہر کی عالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دی جائے ، یا مچراس حالت میں دی جائے جبکہ حل ظاہر ہو چکا ہو'' اس آیت کے منشاکو بہترین طریقہ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر واضح فرمایا تھا جب حضرت عبداللہ بن عمر نے پنی ہیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیلات قریب قریب مدیث کی تمام کتابوں میں نقل ہوئی ہیں، اور وہی در حقیقت اس معاملہ میں قانون کی ماغذ ہیں۔ قصہ اس کا یہ ہے کہ جب صرت عبداللہ نے اپنی بیوی کو حیض کی عالت میں طلاق دی تو صرت عمر نے جا کر حضور سے اس کا ذکر کیا۔ آپ س کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ '' اس کو حکم دوکہ بیوی سے رجوع کر لے اور اسے اپنی زوجیت میں روکے رکھے یہاں تک کہ وہ طاہر ہو، پھر اسے حیض آئے اور اس سے بھی فارغ ہو کر وہ پاک ہو جائے ، اس کے بعد اگر وہ اسے طلاق دینا چاہے تو طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دے۔ یہی وہ عدت ہے جس کے لیے طلاق دینے کا الله عزو جل نے عکم دیا ہے ''۔ ایک روایت کے الفاظ یہ میں کہ '' یا تو طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دے ، یا پھر ایسی حالت میں دے جبکہ اس کا حل ظاہر ہو چکا ہو'' اس آیت کے منشا پر مزیدروشنی چند اور احادیث مجی ڈالتی ہیں جورسول الله صلی الله علیہ وسلم اور اکابر صحابہ سے منقول ہیں۔ نسائی میں روایت ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ و سلم کو اطلاع دی گئی کہ ایک شخص

نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ حضور یہ س کر غصے میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا''

اَیُلْعَب بکتابِ اللهِ وَانَا بَیْنَ اظهر کمی، کیا الله کی کتاب کے ساتھ تھیل کیا جا رہا ہے مالانکہ میں تمهارے درمیان موجود ہوں؟'' اس حرکت پر حضور کے غصے کی کیفیت دیکھ کر ایک شخص نے پوچھا کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟ عبدالرزاق نے حضرت عبادہ بن الصامت کے متعلق روایت نقل کی ہے کہ ان کے والدنے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں۔ انہوں نے جاکر رسول الله صلی الله علیہ و سلم سے مسئلہ پچا۔ آپ نے فرمایا: بانت منہ بثالث فی معصی الله تعالیٰ، و بقی تسعماً ، و سبع و تسعون ظُلُماً و عُدُو اناً، انشاء الله عنَّاب، وانشاء غفر له "تين طلاقول ك ذريع سے توالله كى نافرمانى كے ساتھوه عورت اس سے جدا ہو گئی، اور 997 ظلم اور عدوان کے طور پر باقی رہ گئے جن پر الله چاہے تواسے عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے ''۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے قصے کی جو تفصیل وار قطنی اور ابن ابی شیبہ میں روایت ہوئی ہے اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ حضور نے جب حضرت عبداللہ بن عمر کو بیوی سے رجوع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے پوچھا اگر میں اس کو تاین طلاق دے دیتا توکیا پھر بھی میں رجوع کر سکتا تھا؟ حضور نے جواب دیا: لا، کانت تبین منک و کانت معصی ہ دد نہیں، وہ تجھ سے جدا ہو جاتی اور یہ فعل معصیت ہوتا ''۔ ایک روایت میں آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ: اذاً قد عصیت ربک و بانت منک امر أتك_ ''اگرتم ايساكرتے تواپنے رب كى مافرمانى كرتے اور تمهارى بيوى تم سے جدا ہو جاتى ''۔ صحابہ کرام سے اس بارے میں جو فتاویٰ منقول ہیں وہ مجھی حضور کے انہی ارشادات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ مؤطا میں ہے کہ ایک شخص نے آگر صرت عبداللہ بن متوڈ سے کہا میں نے اپنی بیوی کوآٹھ طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ ابن متعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا '' پھراس پر تہیں کیا فتویٰ دیا گیا؟'' اس نے عرض کیا'' مجھ سے کما گیا ہے کہ عورت مجھ سے جدا ہو گئی''۔ آپ نے فرمایا صد قوا، ھو مثل ما یقولون،'' لوگوں نے سچ کہا، مسئلہ یہی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں ''۔ عبدالرزاق نے علقمہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے ابن مسود سے کہا میں نے اپنی بیوی کو 99 طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ انہوں نے فرمایا ثلاث بینها

و سائر هن عدوان۔ ''تین طلاقیں اسے جدا کرتی ہیں، باقی سب زیادتیاں ہیں''۔ وکیع بن الجراح نے اپنی سنن میں حضرت عثمان اور حضرت علی، دونوں کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔ حضرت عثمان سے ایک شخص نے آگر عرض کیا کہ میں اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے بیٹھا ہوں۔ انہوں نے فرمایا بانت منک بثلاث ''۔ وہ تین طلاقوں سے تجھ سے جدا ہو گئی''۔ ایسا ہی واقعہ حضرت علیٰ کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے جواب دیا : بانت منک بثلاث و اقسم سائر هن علی نسائک۔ "تین طلاقوں سے تو وہ تجھ سے جدا ہو گئی، باقی طلاقوں کو اپنی دوسری عورتوں پر تقتیم کرتا پھر''۔ ابو داؤد اور ابن جریر نے تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ مجاہد کی روایت نقل کی ہے کہ وہ ابن عباس کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے بیٹھا ہوں۔ ابن عباس س کر خاموش رہے ، حتی کہ میں نے خیال کیا شاید یہ اس کی بیوی کو اس کی طرف پلٹا دینے والے ہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا" تم میں سے ایک شخص پہلے طلاق دینے میں حاقت کا ارتکاب کر گزرتا ہے ، اس کے بعد آ کر کہتا ہے یا ابن عباس، یا ابن عباس۔ حالانکہ الله تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا، اور تونے اللہ سے تقویٰ نہیں کیا۔ اب میں تیرے لیے کوئی راستہ نہیں یاتا۔ تونے ا پنے رب کی نافرمانی کی اور تیری ہیوی تجھ سے جدا ہو گئی''۔ ایک اور روایت جے مؤطاء اور تفسیرابن جریر میں کچھ لفظی فرق کے ساتھ مجاہد ہی سے نقل کیا گیا ہے ،اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں، پھر ابن عباس سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا '' تین طلاقوں سے تو وہ تجھ سے جدا ہو گئی، باقی 97 سے تونے اپنے رب کی نا فرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہو گئی اور تونے اللہ کا خون نہیں کیا کہ وہ تیرے لیے اس مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کرتا '' امام طحاوی نے روایت نقل کی ہے کہ ایک سخض ابن عباس کے پاس آیا اور اس نے کہا میرے چھانے اپنی بیوی کوتین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ انہوں نے ہواب دیا: اِنَّ عمک عصی الله فَأَثِم و اطاع الشيطان فلم يجعل له مخرجاً۔ "تيرے سچا نے الله کی نا فرمانی کی اور گناہ کا ازتکاب کیا اور شیطان کی پیروی کی۔ الله نے اس کے لیے اس مشکل سے نکلنے

کا کوئی راستہ نہیں رکھا ہے۔ " ابو داؤد اور مؤطاء میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی ہوی کو غلوت سے پہلے تین طلاقیں دے دیں، پھراس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہا اور فتویٰ پوچھنے نکلا۔ مدیث کے راوی محد بن بکیر کہتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ابن عباس اور ابو ہر پر ہ کے یاس گیا دونوں کا جواب یہ تھا انک اسلت من ید ک ما کان من فضل۔ "تیرے لیے جو گنجائش تھی تونے اسے اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا"۔ زمخشری نے کشاف میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کے یاس جو شخص مجھی ایسا آتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہوں اسے وہ مارتے تھے اور اس کی طلاقوں کو نافذ کر دیتے تھے ۔ سعید بن منصور نے یہی بات صیحے سند کے ساتھ حضرت انس کی روایت سے نقل کی ہے ۔ اس معاملہ میں صحابہ کرام کی عام رائے ، جے ابن ابی شبیبہ اور امام محد نے ابراہیم کفی سے نقل کیا ہے، یہ تھی کہ ان الصحابہ برضی الله عنہم کانویستحبون ان يطلقها واحدة ثمريتر كها حتى تحيض ثلاثه حيض. "صحاب رضى الله عنم اس بات كوپسدكرتے تھے کہ آدمی بیوی کو صرف ایک طلاق دے دے اور اس کو چھوڑے رکھے یہاں تک کہ اسے تین حیض آجائیں"۔ یہ ابن ابی شیبہ کے الفاظ ہیں۔ اور امام محد کے الفاظ یہ ہیں: کانو ایستحبون ان لا تزیدو افی الطلاق على واحدة حتى تنقضي العدّة - " ان كوپسنديه طريقة تماكه طلاق كے معامله ميں ايك سے زياده نہ بردھیں یہاں تک کہ عدت پوری ہوجائے " ان امادیث و آثار کی مدد سے قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات کا منثا سمجھ کر فقهائے اسلام نے جو مفصل قانون مرتب کیا ہے اسے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ 1)۔ خفیہ طلاق کی تین قسمیں قرار دیتے ہیں: احن، حن اور بدعی۔ احن طلاق یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو الیے طہر میں جس کے اندراس نے مجامعت نہ کی ہو، صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دے۔ حن یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک ایک طلاق دے۔ اس صورت میں تاین طہروں میں تاین طلاق دینا بھی سنت کے غلاف نہیں ہے ،۔ اگر چہ بہتر یہی ہے کہ ایک ہی طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے ۔ اور طلاق

بدعت یہ ہے کہ آدمی بیک وقت تین طلاق دے دے ، یا ایک ہی طہر کے اندر الگ الگ اوقات میں

تین طلاق دے، یا حیض کی حالت میں طلاق دے، یا ایسے طِهر میں طلاق دے جس میں وہ مباشرت کر چکا ہو۔ ان میں سے جو فعل بھی وہ کرے گاگنا ہگار ہو گا۔ بیہ تو ہے حکم ایسی مدخولہ عورت کا جے حیض آنا ہو۔ رہی غیر مدخولہ عورت تو اسے سنت کے مطابق طہر اور حیض دونوں عالتوں میں طلاق دی جا سکتی ہے ۔ اور اگر عورت ایسی مدخولہ ہو جے حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا ابھی آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، تو اسے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جا سکتی ہے ، کیونکہ اس کے حاملہ ہونے کا امکان نہیں ہے ۔ اور عورت حاملہ ہو تو مباشرت کے بعد اسے بھی طلاق دی جا سکتی ہے ، کیونکہ اس کا حاملہ ہونا پہلے ہی معلوم ہے ۔ لیکن ان تینوں قسم کی عورتوں کو سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک مہینہ بعد طلاق دی جائے ، اور احن پیہ ہے کہ صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے ۔ (ہدایہ، فتح القدیر، احکام القرآن للجساص، عمدة امام مالک کے نزدیک مجھی طلاق کی تاین قسمیں ہیں۔ سنی، بدعی مکروہ، اور بدعی حرام۔ سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ مدخولہ عورت کو جے حیض آنا ہو، طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے ۔ بدعی مکروہ یہ ہے کہ ایسے طہر کی حالت میں طلاق دی جائے جس میں آدمی مباشرت کر چکا ہو، یا مباشرت کیے بغیرالیک طہر میں ایک سے زیادہ طلاقیں دی جائیں، یا عدت کے اندر الگ الگ طہروں میں تاین طلاقیں دی جائیں،یا بیک وقت تاین طلاقیں دے ڈالی جائیں۔ اور بدعی حرام یہ ہے کہ حیض کی عالت میں طلاق دی جائے ۔ (عاشیہ الدسوقی علیٰ الشرح التحبیر۔ احکام القرآن لابن العربی)۔ امام احد بن حنبلؓ کا معتبر مذہب ہیہ ہے جس پر جمہور حنابلہ کا اتفاق ہے : مدخولہ عورت جس کو حیض آنا ہواسے سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ طہر کی حالتِ میں مباشرت کیے بغیراسے طلاق دی جائے، مچر اسے چھوڑ دیا جانے یہاں تک کہ عدت گزر جانے ۔ لیکن اگر اسے تین طہروں میں تین الگ الگ طلاقیں دی جائیں، یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دے دی جائیں، یا بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی جائیں، یا حیض کی حالت میں طلاق دی جائے ، یا ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں مباشرت کی گئی ہو اور عورت كا عامله مونا ظاهرية مو، تويه سب طلاق بدعت اور حرام ميں ـ ليكن اگر عورت غير مدخوله مو، يا ايسى

مدخولہ ہو جیے حیض آنا بند ہوگیا ہو، یا ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، یا حاملہ ہو، تواس کے معاملہ میں نہ وقت کے لحاظ سے سنت و بدعت کا کوئی فرق ہے نہ تعداد کے لحاظ سے ۔ (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف على مذہب احدین منبل)۔ امام شافعیؓ کے نزدیک طلاق کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا فرق صرف وقت کے لحاظ سے ہے نہ کہ تعداد کے لحاظ سے۔ یعنی مدخولہ عورت جس کو حیض آتا ہو' اسے حیض کی حالت میں طلاق دینا' یا جو حاملہ ہو سکتی ہواسے ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت کی جا چکی ہواور عورت کا عاملہ ہونا ظا ہر یہ ہو' بدعت اور حرام ہے ۔ رہی طلا قوں کی تعداد، تو خواہ بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں، یا ایک ہی طہر میں دی جائیں،یا الگ الگ طہروں میں دی جائیں، بہر حال ہیہ سنت کے خلاف نہیں ہے ۔ اور غیر مدخولہ عورت جے حیض آنا بند ہوگیا ہو،یا حیض آیا ہی نہ ہو،یا جس کا حاملہ ہونا ظاہر ہو،اس کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا کوئی فرق نہیں ہے۔ (مغنی المخاج)۔ (2) کسی طلاق کے بدعت، مکروہ، حرام، یا گناہ ہونے کا مطلب ائمۂ اربعہ کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ وہ واقع ہی نہ ہو۔ جاروں مذاہب میں طلاق، خواہ حیض کی حالت میں دی گئی ہو، یا بیک وقت تاین طلاقیں دے دی گئی، یا ایسے طهرمیں طلاق دی گئی ہوجس میں مباشرت کی جاچکی ہواور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہوا ہو، یا کسی اور ایسے طریقے سے دی گئی ہوجے کسی امام نے بدعت قرار دیا ہے ، بہر عال واقع ہو جاتی ہے ، اگر چہ آدمی گناہ گار ہوتا ہے ۔ لیکن بعض دوسرے مجتدین نے اس مسلے میں ائمۂ اربعہ سے انتلاف کیا ہے ۔ سعید بن المسیب اور بعض دوسرے تابعین کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کے خلاف حیض کی حالت میں طلاق دے دے اس کی طلاق سرے سے واقع ہی نہیں ہوتی۔ یہی رائے امامیہ کی ہے۔ اور اس رائے کی بنیاد یہ ہے کہ ایسا کرنا چونکہ ممنوع اور بدعت محرمہ ہے اس لئے یہ غیر مؤثر ہے ۔ مالانکہ اوپر جوامادیث ہم نقل کر آئے ہیں ان میں یہ بیان ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے جب بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو حضور نے انہیں رجوع کا عکم دیا۔ اگر یہ طلاق واقع ہی نہیں ہوئی تھی تورجوع کا عکم دینے کے کیا معنی؟ اور یہ مجھی بخرت امادیث سے ثابت ہے کہ حضور کٹائی آریم نے اور اکابر صحابہ نے ایک سے زیادہ طلاق دینے والے کو

اگرچہ گناہ گار قرار دیا ہے ، مگر اس کی طلاق کو غیر مؤثر قرار نہیں دیا۔ طاؤس اور عکرمہ کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے ، اور اسی رائے کو امام ابن تیمیہ نے اختیار کیا ہے۔ ان کی اس رائے کا ماخذیہ روایت ہے کہ ابو الصهاء نے ابن عباس سے بوچھا"کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول الٹھا آپہنم اور حضرت الوبکر، کے عمد میں اور حضرت عمر ہے ابتدائی دور میں تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا "؟ انہوں نے جواب دیا ہاں (بخاری و مسلم) اور مسلم، ابو داؤد اور مسندا حد میں ابن عباس کا بیہ قول نقل کیا گیا ہے کہ " رسول الٹیٹی آپٹم اور حضرت ابوبکر ہے عمد، اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تاین طلاق کو ایک قرار دیا جاتا تھا۔ پھر حضرت عمر نے کہا کہ لوگ ایک ا لیے معاملہ میں جلد بازی کرنے لگے ہیں جس میں ان کے لئے سوچ سمجھ کر کام کرنے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ اب کیوں مذہم ان کے اس فعل کو نافذ کر دیں ؟ چنانچہ انہوں نے اسے نافذ کر دیا " کیکن یہ رائے گئی وجوہ سے قابل قبول نہیں ہے ۔ اول تو متعدد روایات کے مطابق ابن عباس کا اپنا فتوی اس کے خلاف تھا جیسا کہ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ دوسرے یہ بات ان امادیث کے مبھی خلاف پروتی ہے جو نبی کٹائٹالیہ اور اکابر صحابہ ﴿ سے منقول ہوئی ہیں، جن میں بیک وقت تاین طلاق دینے والے کے متعلق بیہ فتویٰ دیا گیا ہے کہ اس کی تینوں طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ یہ احادیث بھی ہم نے اوپر نقل کر دی ہیں۔ تلیسرے، خود ابن عباس کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرہ نے صحابہ کے مجمِع میں تاین طلاقوں کو نافذ کرنے کا اعلان فرمایا تھا، لیکن نہ اس وقت، نہ اس کے بعد قبھی صحابہ میں سے کسی نے اس سے انتلات کا اظہار کیا۔ اب کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ صرت عمر سنت کے غلاف کسی کام کا فیصلہ کر سکتے تھے ؟ اور سارے صحابہ اس پر سکوت مبھی اختیار کر سکتے تھے ؟ مزید برآل رُکانہ بن عبید یزید کے قصے میں ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، امام شافعی دارمی اور ماکم نے بیر روایت نقل کی ہے کہ رُکانہ نے جب ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تورسول الٹی آلیج نے ان کو ملف دے کر پوچھاکہ ان کی نیت ایک ہی طلاق دینے کی تھی؟ (یعنی باقی دو طلاقیں پہلی طلاق پر زور دینے کے لئے ان کی زبان سے نکلی تھیں، تین طلاق دے کر ہمیشہ کے لئے جدا کر دینا مقصود مذہ تھا) اور جب انہوں نے بیہ علفیہ بیان دیا تو آپ نے ان کورجوع کا

حق دے دیا۔ اس سے اس معاملہ کی اصل حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ ابتدائی دور میں کئی قسم کی طلاقوں کو ایک کے حکم میں رکھا جاتا تھا۔ اسی بنا پر شارحین حدیث نے ابن عباس کی روایت کا یہ مطلب لیا ہے کہ ابتدائی دور میں چونکہ لوگوں کے اندر دینی معاملات میں خیانت قریب قریب مفقود تھی، اس لئے تین طلاقیں محض پہلی طلاق پر زور دینے کے لئے اس کی زبان سے نکلی تھیں۔ لیکن حضرت عمر نے جب دیکھا کہ لوگ پہلے جلد بازی کر کے تین تاین طلاقیں دے ڈالتے ہیں اور پھر ناکید کا بہانہ کرتے ہیں تو انہوں نے اس بہانے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ امام نودی اور امام سکی نے اسے ابن عباس والی روایت کی بہترین تاویل قرار دیا ہے ۔ آخری بات یہ ہے کہ خود ابو الصہاء کی ان روایات میں اضطراب یا یا جاتا ہے جو ابن عباس کے قول کے بارے میں ان سے مروی ہیں۔ مسلم اور ابو داؤد اور نسائی نے انہی ابوالصہاء سے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ ان کے دریافت کرنے پر ابن عباس نے فرمایا" ایک شخص جب خلوت سے پہلے بیوی کو تبین طلاقیں دیتا تھا تورسول الٹھائیائیم اور حضرت ابوبکر ہے عمد اور حضرت عمر ہے ابتدائی دور میں اس کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا" اس طرح ایک ہی راوی نے ابن عباس سے دو مختلف مضمونوں کی روایتیں نقل کی ہیں اور بیہ اختلاف دونوں روایتوں کو کمزور کر دیتا ہے۔ (3) حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کوچونکہ رسول الٹیکالیم نے رجوع کا حکم دیا تھا،اس لئے فتہا ء کے درمیان یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ بیہ حکم کس معنی میں ہے۔ امام ابو حنیفر، امام شافعی، امام اِحد، امام اوزاعی، ابن ابی لیلی، اسحاق بن راہویہ اور ابو تور کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو رجوع کا حکم تو دیا جائے گا مگر رجوع پر مجبور مذکیا جائے گا (عمدة القاری)۔ ہدایہ میں حفیہ کا مذہب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس صورت میں رجوع کرنا نہ صرف متحب بلکہ واجب ہے۔ مغنی المختاج میں شافعیہ کا مسلک ہیہ بیان ہوا ہے کہ جس نے حیض میں طلاق دی ہو اور تبین منہ دے ڈالی ہوں اس کے لئے مسنون بیر ہے کہ وہ رجوع کرے ، اور اس کے بعد والے طہر میں طلاق نہ دے بلکہ اس کے گزر نے کے بعد جب دوسری مرتبہ عورت حیض سے فارغ ہو تب طلاق دینا چاہے تو دے، ٹاکہ حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع محض تھیل کے طور پر نہ ہو۔ الانصاف میں حنابلہ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ اس حالت میں طلاق دینے والے کے لئے رجوع کرنا متحب ہے۔ لیکن امام

مالک اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا جرم قابل دست اندازی پولیس ہے ۔ عورت خواہ مطالبہ کرے یا نہ کرے ، بہر مال ماکم کا یہ فرض ہے کہ جب کسی شخص کا یہ فعل اس کے علم میں آئے تو وہ اسے رجوع پر مجبور کرے اور عدت کے آخری وقت تک اس پر دباؤ ڈلٹا رہے ۔ اگر وہ انکار کرے تواسے قید کر دے ۔ پھر بھی انکار کرے تواسے مارے ۔ اس پر بنہ مانے تو حاکم خود فیصلہ کر دے کہ "میں نے تیری بیوی تجھ پر واپس کر دی " اور ماکم کا بیہ فیصلہ رجوع ہو گا جس کے بعد مرد کے لئے اس عورت سے مباشرت کرنا جائز ہو گا، خواہ اس کی نبیت رجوع کی ہویا نہ ہو، کیونکہ ماکم کی نبیت اس کی نبیت کی قائم مقام ہے (عاشیہ الدسوتی) مالکیہ یہ مجھی کہتے ہیں کہ جس شخص نے طوعاً و کرہاً حیض میں دی ہوئی طلاق میں رجوع کر لیا ہو وہ اگر طلاق ہی دینا چاہے تو اس کے لئے متحب طریقہ یہ ہے کہ جس حیض میں اس نے طلاق دی ہے اس کے بعد والے طہر میں اسے طلاق یہ دے بلکہ جب دوبارہ حیض آنے کے بعد وہ طاہر ہواس وقت طلاق دے ۔ طلاق سے متصل والے طہر میں طلاق نہ دینے کا حکم دراصل اس لئے دیا گیا ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کا رجوع صرف زبانی کلامی یہ ہوبلکہ اسے طہر کے زمانے میں عورت سے مباشرت کرنی چاہیے پھر جس طہر میں مباشرت کی جاچکی ہواس میں طلاق دینا چونکہ ممنوع ہے ، لہذا طلاق دینے کا سیجے وقت اس کے بعد والا طهر ہی ہے (ماشیر الدسوتی)۔ (4) رجوعی طلاق دینے والے کے لئے رجوع کا موقع کسی وقت تک ہے ؟ اس میں بھی فقماء کے درمیان سے اختلاف واقع ہوا ہے اور یہ اختلاف اس سوال پر پیدا ہوا ہے کہ سورہ بقرۃ کی آیت 228 میں ثَلْاَتَةَ قُرُوءِ سے مراد تین حیض ہیں یا تین طہر؟ امام شافعی اور امام مالک ہے نزدیک قرء سے مراد حیض ہے اور یہ رائے حضرت عائشہ، ابن عمر، اور زید بن ثابت سے منقول ہے۔ خفیہ کا مذہب یہ ہے کہ قراء سے مراد حیض ہے،اور امام احد بن حنبل کا معتبر مذہب بھی یہی ہے۔ یہ رائے چاروں خلفاء راشدین، عبداللہ بن مسودہ عبد الله بن عباس ابی بن کعب، معاذبن جبل، ابوالدردا، عباده بن صامت اور ابو موسی اشعری رضی الله عنهم سے منقول ہے ۔ امام محد نے مؤطا میں شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ رسول کٹیٹیکٹی کے 13 صحابیوں سے ملے ہیں، اور ان سب کی رائے یہی تھی۔ اور یہی رائے بکثرت تابعین نے بھی افتیار کی ہے ۔

اس انتلاف کی بنا پر شافعیہ اور ما لکیہ کے نزدیک تبیسرے حیض میں داخل ہوتے ہی عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے ، اور مرد کا حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے ۔ اور اگر طلاق حیض کی حالت میں دی گئی ہو، اس حیض کا شمار عدت میں نہ ہوگا، بلکہ چوتھے حیض میں داخل ہونے پر عدت ختم ہوگی (مغنی المختاج ۔ عاشیہ الدُسوقی) خفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر تبیسرے حیض میں دس دن گزر نے پر خون بند ہو تو عورت کی عدت ختم یہ ہوگی جب تک عورت عسل نہ کرے، یا ایک نماز کا پورا وقت نہ گزر جائے ۔ پانی نہ ہونے کی صورت میں امام ابو حنیفہ پ اور امام ابو یوسٹ کے نزدیک جب عورت تیمم کر کے نماز پڑھ لے اس وقت مرد کا حق رجوع ختم ہو گا، اور امام محد کے نزدیک تیمم کرتے ہی حق رجوع ختم ہو جائے گا (ہدایہ) امام احد کا معتبر مذہب جس پر جمہور حنابلہ کا اتفاق ہے ، یہ ہے کہ جب تک عورت تلیسرے حیض سے فارغ ہو کر عسل نہ کر لے مرد کا حق رجوع باقی رہے گا (الانصاف)-(5) رجوع کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح نہیں ہوتا؟ اس مسلے میں فقهاء کے درمیان یہ امر متفق علیہ ہے کہ جس سخض نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی ہو وہ عدت ختم ہونے پہلے جب چاہے رجوع کر سکتا ہے ، خواہ عورت راضی ہویا نہ ہو۔ کیونکہ قرآن مجید (سورہ بقرہ، آیت 228) میں فرما یا گیا ہے وَبُعُولَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ ان کے شوہراس مدت کے اندرانہیں واپس لے لینے کے پوری طرح حق دار ہیں "اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عدت گزر نے سے پہلے تک ان کی زوجیت بر قرار رہتی ہے اور وہ انہیں قطعی طور پر چھوڑ دینے سے پہلے واپس لے سکتے ہیں۔ با لفاظ دیگر رجوع کوئی تجدید نکاح نہیں ہے کہ اس کے لئے عورت کی رضا ضروری ہو۔ شافعیہ کے نزدیک رجوع صرف قول ہی سے ہو سکتا ہے ، عمل سے نہیں ہو سکتا۔ اگر آدمی زبان سے یہ نہ کھے کہ میں نے رجوع کیا تو مباشرت یا انتلاط کا کوئی فعل خواہ رجوع کی نبیت ہی سے کیا گیا ہو، رجوع قراِر نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس صورت میں عورت سے ہر قسم کا استمتاع حرام ہے چاہے وہ بلا شہوت ہی ہو۔ لیکن مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کرنے پر مدنہیں ہے ، کیونکہ علماء کا اس کے حرام ہونے پر اتفاق نہیں ہے ۔ البتہ جواس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہوا سے تعزیز دی جائے گی۔ مزید برآن شافعی مسلک کی روسے مطلقۂ رجعیہ کے ساتھ مباشرت کرنے پر بہرحال مہر مثل لازم آنا ہے خواہ اس کے بعد آدمی رجوع

بالقول کرے یا نہ کرے (مغنی المختاج)۔ ما لکیہ کہتے ہیں کہ رجوع قول اور فعل، دونوں سے ہو سکتا ہے ۔ اگر رجوع بالقول میں آدمی صریح الفاظ استعمال کرے تو خواہ اس کی نبیت رجوع کی ہویا یہ ہو، رجوع ہو جانے گا، بلکہ اگر وہ مذاق کے طور پر بھی رجوع کے صریح الفاظ کمدے تووہ رجوع قراریائیں گے۔لیکن اگر الفاظ صریح نہ ہوں تووہ صرف اس صورت میں رجوع قرار دیے جائیں گے جبکہ وہ رجوع کی نیت سے کھے گئے ہوں۔ رہا رجوع بالفعل تو کوئی فعل خواہ وہ اختلاط ہو، یا مباشرت، اس وقت تک رجوع قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ وہ رجوع کی نیت سے یہ کیا گیا ہو (حاشیہ الدسوقى _ احكام القرآن لابن العربي) _ عنیفہ اور حنابلہ کا مسلک رجوع بالقول کے معاملہ میں وہی ہے جو مالئیہ کا ہے ۔ رہا رجوع بالفعل، تو مالئیہ کے بر عکس ان دونوں مذاہب کا فتویٰ یہ ہے کہ شوہراگر عدت کے اندر مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کر لے تو وہ آپ سے آپ رجوع ہے ، خواہ رجوع کی نبیت ہویا نہ ہو۔البتہ دونوں کے مسلک میں فرق یہ ہے کہ خفیہ کے نزدیک انتلاط کا ہر فعل رجوع ہے خواہ وہ مباشرت سے کم کسی درجے کا ہو، اور حنابلہ محض انتلاط کو رجوع نہیں مانة (بدايه، فتح القدير، عدة القارى، الانصاف)-(6) طلاق سنت اور طلاق بدعت کے نتائج کا فرق یہ ہے کہ ایک طلاق یا دو طلاق دینے کی صورت میں اگر عدت گزر بھی جانے تو مطلقہ عورت اور اس کے سابق شوہر کے درمیان باہمی رضامندی سے پھر نکاح ہو سکتا ہے ۔ کیلن اگر آدمی تبین طلاق دے چکا ہو تو منہ عدّت کے اندر رجوع ممکن ہے اور نہ عدّت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے ۔الاّ یہ کہ اُس عورت کا نکاح کسی اور شخص سے ہو، وہ نکاح صیحے نوعیت کا ہو، دوسرا شوہراُس عورت سے مباشرت بھی کر چکا ہو، پھریا تو وہ اسے طلاق دے دے یا مرجائے ۔اس کے بعداگر عورت اور اس کا سابق شوہر رضامندی کے ساتھ از سرِ نو نکاح کرنا چاہیں توکر سکتے ہیں۔ امادیث کی اکثر کتابوں میں صیح سند کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے بوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کوتین طلاقیں دے دیں، پھراس عورت نے دوسرے تنخص سے نکاح کر لیا، اور اس دوسرے شوہر کے ساتھ اس کی غلوت بھی ہوئی مگر مباشرت نہیں ہوئی، پھر اس نے اسے طلاق دے دی، اب کیا اس

عورت كا اينے سابق شوہر سے دوبارہ نكاح ہو سكتا ہے ؟ حضور نے جواب دیا: لا، حتى يزوق الأخر من عسَيْلتها ما ذاق الاول-" نهيس، جب تك كه دوسرا شوہراس سے اسى طرح لطف اندوز بنہ ہو چكا ہو جس طرح پہلا شوہر ہوا تھا''۔ رہا سازشی نکاح، جس میں پہلے سے یہ طے شدہ ہوکہ عورت کو سابق شوہر کے لیے ملال کرنے کی خاطر ایک آدمی اس سے نکاح کرے گا اور مباشرت کرنے کے بعد اسے طلاق دیدے گا، تو امام ابو یوسٹ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے ، اور امام ابو حنفیہؓ کے نزدیک اس سے تحلیل تو ہو جائے گی ، مگر یہ فعل مکروہ تحریمی ہے ۔ حضرت عبداللہ بن متعود کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمايا لعن الله المحلل و المحلل لم، " الله نے تحليل كرنے والے اور تحليل كرانے والے ، دونوں پر لعنت فرمائی ہے "(ترمذی، نسائی)۔ حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے صحابہ سے بوچھ الا اخبر کھ بالتیس المستعاری "کیا میں تہیں نہ بتاؤں کہ کرائے کا سانڈکون ہوتا ہے؟ " صحابة نے عرض كيا ضرور ارشاد فرمائيں۔ فرمايا هو المحلل، لعن الله المحلل و المحلل له. " وه تحليل کرنے والا ہے ۔ خدا کی لعنت ہے تحلیل کرنے والے پر بھی اور اس شخص پر بھی جس کے لیے تحلیل کی جائے "(ابن ماجہ۔ دار قطنی)۔

*2 This command is addressed to the men as well as the women and the people of their families. It means: Do not treat divorce lightly; it is a grave matter, which gives birth to many legal questions for the man, the woman, their children and the people of their house. Therefore, when divorce is pronounced, its time and date should be remembered and also the state in which divorce was pronounced on the woman; one should keep an accurate account of when the waiting period started and when it would expire. On this reckoning will depend the determination of the following questions: Till when the

husband has the power to take the wife back? Till when he has to keep her in the house? Till when is he bound to maintain her? Till when will he inherit the woman and the woman him? When will the woman be separated from him finally and obtain the right to remarry? And if this matter takes the shape of a law-suit, the court also in order to arrive at the correct decision, will need to know the correct date and time of pronouncing the divorce and the woman's state at the time, for without this information, it cannot give the right decision on the questions arising from the divorce in respect of the women who have been enjoyed, or not, pregnant, or not, who menstruate, or no longer menstruate, and who have been divorced revocably or irrevocably.

2*اس مكم كا خطاب مردول سے بھى ہے اور عورتول سے بھى اور ان كے خاندان والول سے بھى ـ مطلب یہ ہے کہ طلاق کو تھیل نہ سمجھ بیٹھوکہ طلاق کا اہم معاملہ پیش آنے کے بعدیہ بھی یاد نہ رکھا جائے کہ کب طلاق دی گئی ہے ،کب عدت شروع ہوئی اورکب اس کو ختم ہونا ہے ۔ طلاق ایک نہایت نازک معاملہ ہے جس سے عورت اور مرد اور ان کی اولا د اور ان کے خاندان کے لیے بہت سے قانونی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے جب طلاق دی جائے تواس کے وقت اور تاریخ کو یاد رکھا جائے ، اور یہ جھی یاد رکھا جائے کہ کس مالت میں عورت کو طلاق دی گئی ہے ، اور حماب لگا کر دیکھا جائے کہ عدت کا آغاز کب ہوا ہے ، کب تک وہ باقی ہے ، اور کب وہ ختم ہو گئی۔ اسی حیاب پر ان امور کا فیصلہ موقوت ہے کہ شوہر کوکب تک رجوع کا حق ہے۔ کب تک اسے عورت کو گھر میں رکھنا ہے ، کب تک اس کا نفقہ دینا ہے ، کب تک وہ عورت کا وارث ہو گا اور عورت اس کی وارث ہوگی، کب عورت اس سے جدا ہو جائے گی اور اسے دوسرا نکاح کر لینے کا حق ماصل ہو جائے گا۔ اور اگریہ معاملہ کسی مقدمہ کی صورت اختیار کر جائے تو عدالت کو بھی صیح فیصلہ کرنے کے لیے طلاق کی صیحے تاریخ اور وقت اور عورت کی مالت معلوم ہونے کی ضرورت ہوگی، کیونکہ اس کے بغیر وہ مدخولہ اور غیر مدخولہ، حاملہ اور غیر حاملہ، بے حیض اور باحیض، رجعیہ اور غیر رجعیہ عورتوں کے معاملہ میں طلاق

*3 That is, neither should the man turn out the woman in anger, nor the woman herself should leave the house in anger and haste. The house is hers during the waitingperiod, and both the man and the wife should live together so that advantage may be taken if there is any chance of reconciliation. If the divorce is revocable, the husband may at any time be inclined towards the wife, and the wife also may try to win the husband's pleasure by removing the causes of dispute and difference. If both stay together in the same house, there may appear many an occasion for reconciliation during the three months or the three menstrual periods, or till child birth in case of pregnancy. But if the man turns her out in angry haste, or the woman returns to her parents imprudently, chances reconciliation diminish, and the divorce generally leads to permanent separation. That is why the jurists have even suggested that in case of a revocable divorce the woman should adorn herself during her waiting-period so as to attract the husband. (Hedayah; Al-Insaf).

The jurists agree that the revocably divorced woman has a right to lodging and maintenance during the waiting-period, and it is not lawful for the woman to leave the house without the husband's permission, nor is it lawful for the husband to turn her out of the house. If the husband turns her out, he will be guilty of an act of sin and if the woman leaves of her own accord, she will not only commit a sin but will also forfeit her right to lodging and maintenance.

3*لیعنی بنہ مرد غصے میں آگر عورت کو گھر سے نکال دے ، اور بنہ عورت نود ہی بگرا کر گھر چھوڑ دے ۔ عدت تک گھراس کا ہے ۔ اسی گھر میں دونوں کو رہنا جا ہیے ، ٹاکہ باہم موافقت کی کوئی صورت اگر نکل سکتی ہو تو اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے ۔ طلاق اگر رجعی ہو تو کسی وقت بھی شوہر کی طبیعت بیوی کی طرف مائل ہو سکتی ہے ، اور بیوی بھی اختلاف کے اسباب کو دور کر کے شوہر کو راضی کرنے کی کوشش کر سکتی ہے ۔ دونوں ایک گھر میں موجود رمیں گے تو تین مہینے تک، یا تین حیض آنے تک، یا حل کی صورت میں وضع حل تک اس کے مواقع بارہا پیش آسکتے ہیں۔ لیکن اگر مرد جلد بازی کر کے اسے نکال دے، یا عورت نا مجھی سے کام لے کر میکے جا بیٹھے تواس صورت میں رجوع کے امکانات بہت کم رہ جاتے ہیں اور بالعموم طلاق کا انجام آخر کار منتقل علیحدگی ہوکر رہتا ہے۔ اسی لیے فقاء نے یہاں تک کھا ہے کہ طلاق رجعی کی صورت میں جو عورت مدت گزار رہی ہواسے بناؤ سنگھار کرنا جاہیے تاکہ شوہراس کی طرف مائل ہو (ہدایہ۔ الانصاف)۔ فقہاء کے درمیان اس امر میں اتفاق ہے کہ مطلقہ رجعیہ کو عدت کے زمانے میں سکونت اور نفقہ کا حق ہے ، اور عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر گھرسے جائے ، اور مرد کے لیے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ اسے گھرسے نکالے ۔ اگر مرداسے نکالے گا توگناہ گار ہو گا،اور عورت اگر خودنکلے گی توگناہ گار بھی ہوگی اور نفقہ و سکونت کے حق سے بھی محروم ہوجائے گی۔ *4 Several meanings of this have been given by different jurists. Hasan Basri, Amir Shabi, Zaid bin Aslam, Dahhak,

*4 Several meanings of this have been given by different jurists. Hasan Basri, Amir Shabi, Zaid bin Aslam, Dahhak, Mujahid, Ikrimah, Ibn Zaid, Hammed and Laith say that it implies adultery. Ibn Abbas says that it implies abusive language that the woman may continue to use against the husband and the people of his house even after the divorce, during the waiting-period. Qatadah says that it implies the woman's disobedient to her husband. That is, if the wife has been divorced because of her disobedience, she may continue to be disobedient to her husband even during the waiting-period. Abdullah bin Umar, Suddi, Ibn as-Saib and

Ibrahim Nakhai say that this implies the woman's leaving the house of herself. That is, in their opinion the woman's leaving the house in the waiting-period by itself amounts to committing an open indecency, and the command: Nor should they themselves leave the house except in case they commit an open indecency, is an admonition of this nature: Do not abuse others except in case you wish to be known as a discourteous person. According to the first three of these four viewpoints, "except in case" is related with "Do not turn them out of their houses," and the sentence means that if they are guilty of immorality or of using invectives or of disobedience, it would he lawful to turn them out of the houses. And according to the fourth view, it is related with "nor should they themselves leave their houses," and it means that if they leave their houses they would be guilty of open indecency.

open indecency.

4*اس کے متعدد مطلب مختلف فتھاء نے بیان کیے ہیں۔ صرت من بھری، عامر شعبی، زید بن اسلم، ضحاک، مجاہد، عکرمہ، ابن زید، عا داور لیٹ کھتے ہیں کہ اس سے مراد بدکاری ہے ۔ ابن عباس کھتے ہیں کہ اس سے مراد بدزبانی ہے ، یعنی یہ کہ طلاق کے بعد بھی عورت کا مزاج درستی پر نہ آئے ، بلکہ وہ عدت کے زمانے میں شوہر اور اس کے خاندان والوں سے جھگوتی اور بدزبانی کرتی رہے ۔ قادہ کھتے ہیں کہ اس سے مراد نشوز ہے ، یعنی عورت کو نشوز کی بنا پر طلاق دی گئی ہو اور عدت کے زمانے میں بھی وہ شوہر کے مقابلے پر سرکشی کرنے سے بازنہ آئے ۔ عبدالله بن عمر، سدی، ابن السائب، اور ابراہیم نخی کھتے ہیں کہ اس سے مراد عورت کا گھر سے نکل جانا ہے ، یعنی ان کی رائے میں طلاق کے بعد عدت کے زمانہ میں عورت کا گھر چھوڑ کر نکل جانا ہے ، یعنی ان کی رائے میں طلاق کے بعد عدت کے زمانہ میں عورت کا گھر پھوڑ کر نکل جانا بجائے خود فاحشہ مبینہ (صریح برائی کا ارتکاب) ہے ، اور یہ ارشاد کہ '' وہ نہ خود نکلیں الا یہ کہ بد تمیز صریح برائی کی مرتکب ہوں'، کچھ اس طرح کا کلام ہے جیسے کوئی کے کہ '' تم کسی کو گالی نہ دوالا یہ کہ بد تمیز صریح برائی کی مرتکب ہوں'، کچھ اس طرح کا کلام ہے جیسے کوئی کے کہ '' تم کسی کو گالی نہ دوالا یہ کہ بد تمیز صریح برائی کی مرتکب ہوں'، کچھ اس طرح کا کلام ہے جیسے کوئی کے کہ '' تم کسی کو گالی نہ دوالا یہ کہ بد تمیز

بنو'' ان چار اقوال میں سے پہلے تین قولوں کے مطابق '' اللہ یہ'' کا تعلق ''ان کو گھروں سے نہ نکالو'' کے ساتھ ہے اور اس فقرے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ بد چلنی یا بد زبانی یا نشوز کی مرتکب ہوں تو انہیں نکال دینا جائز ہوگا۔ اور چوتھے قول کی روسے اس کا تعلق'' اور نہ وہ خود نکلیں'' کے ساتھ ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر وہ نکلیں گی تو صریح برائی کی مرتکب ہوں گی۔

*5 Both these sentences refute the viewpoint of those who hold that divorce does not take place at all if it is pronounced during menstruation or thrice at once, and also the view of those who think that a triple divorce amounts to a single divorce. The question arises: If an irregular (bidi) divorce does not take place, or a triple divorce amounts to a single revocable divorce, what then is the need of saying: Whoever transgresses the bounds set by Allah (i.e. the method taught by the Sunnah), would wrong his own self; and you do not know Allah may after this bring about a situation of reconciliation? These two things would be meaningful only in case pronouncement of divorce against the method taught by the Sunnah should be harmful for which one may have to regret later, and the pronouncement of a triple divorce at once may not leave any room for reconciliation; otherwise, obviously by pronouncing a divorce which does not take effect at all one does not transgress the bounds set by Allah, which may be regarded as wronging one's own self, and after a divorce which is in any case only revocable there does remain room for reconciliation; thus, there would be no need to say: Allah may after this bring about a situation of re-conciliation. Here, one should again understand well the mutual

relationship between verses 228-230 of Surah Al-Baqarah

and these verses of Surah At-Talaq. In Surah Al-Baqarah the number of divorces laid down is three of which after pronouncing the first two one retains the right to take his wife back and the right to re-marry her in case the wailingperiod has expired, without resort to legalization (tahlil), and if divorce is pronounced for the third time, the husband forfeits both these rights. These verses of Surah At-Talaq were not sent down to amend or cancel this rule but to teach the people how to use wisely the powers that they have been given to divorce their wives, which if used rightly could save homes from ruin, could protect the husband from remorse if he had pronounced a divorce. could provide him maximum opportunities reconciliation, and even if separation had taken place, could show him a way to reunite in marriage as a last resort if the couple so desired. But if a person happens to use these powers unwisely, in a wrong way, he could only be wronging his own self and wasting all opportunities for making amends. It is just like a father's giving three hundred rupees in his son's possession and telling him to spend the amount as he may like; then advising him to the effect: Spend the money given to you carefully, at the right place, and piece meal, so that you may benefit by it fully. Otherwise, if you spend it unwisely and carelessly in wrong places, or spend the whole of it at once, you will incur losses, and then I would not give you any more. This advice would be meaningless it the father did not give the amount in the son's possession at all, so that if he had wanted to spend it in a wrong place, he should be powerless to spend

it, or if he had wanted to spend the whole amount, he could only take out a part of it while the rest lay safe with him in any case. If the condition be such, there could obviously be no need for this kind of advice.

5* یہ دونوں فقرے ان لوگوں کے خیال کی بھی تردید کرتے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ حیض کی عالت میں طلاق دینے یا بیک وقت تین طلاق دے دینے سے کوئی طلاق سرے سے واقع ہی نہیں ہوتی، اور ان لوگوںِ کی رائے کو مجھی غلط ثابت کر دیتے ہیں جن کا خیال یہ ہے کہ بیک وقت تاین طلاق ایک ہی طلاق کے علم میں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر بدعی طلاق واقع ہی نہیں ہوتی یا تین طلاق ایک ہی طلاق رجعی کے حکم میں ہیں، تو یہ کہنے کی آخر ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے کہ جواللہ کی مدود، یعنی سنت کے بتائے ہوئے طریقے کی خلاف ورزی کرے گا وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا، اور تم نہیں جانتے شاید اس کے بعد الله موافقت کی کوئی صورت پیدا کر دے ؟ یہ دونوں باتیں تو اسی صورت میں با معنی ہو سکتی ہیں جبکہ سنت کے خلاف طلاق دینے سے واقعی کوئی نقصان ہوتا ہوجس پر آدمی کو پچھتانا پڑے، اور تین طلاق بیک وقت دے بیٹھنے سے رجوع کا کوئی امکان باقی نہ رہتا ہو۔ ورنہ ظاہر ہے کہ جو طلاق واقع ہی نہ ہواس سے مدود الله پر کوئی تعدی نہیں ہوتی جواپنے نفس پر ظلم قرار پائے ، اور جو طلاق بہر حال رجعی ہی ہواس کے بعد تولازماً موافقت کی صورت باقی رہتی ہے ، پھریہ کہنے کی کوئی ماجت نہیں ہے کہ شایداس کے بعداللہ موافقت کی کوئی صورت اس مقام پر ایک مرتبہ پھر سورہ بقرہ کی آیات 228 تا 230 اور سورہ طلاق کی زیر بحث آیات کے باہمی تعلق کو

اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ سورہ بقرہ میں طلاق کا نصاب تین کا نصاب تین بتایا گیا ہے ، جن میں سے دو کے بعد رجوع کا حق، اور عدت گزر جانے کے بعد بلا تحلیل دوبارہ نکاح کر لینے کا حق باقی رہتا ہے ، اور تدبیری طلاق دے دینے سے یہ دونوں حق ساقط ہو جاتے ہیں۔ سور طلاق کی یہ آیات اس حکم میں کسی ترمیم و تنبیخ کے لیے نازل نہیں ہوئی ہیں، بلکہ یہ بتانے کے جو اغتیارات

مردوں کو دیے گئے ہیں ان کو استعال کرنے کی دانشمندانہ صورت کیا ہے جس کی پیروی اگر کی جائے تو گھر گرونے سے پچ سکتے ہیں، طلاق دے کر پچھتانے کی نوبت پیش نہیں آسکتی، موافقت پیدا ہونے کے زیادہ سے زیادہ مواقع باقی رہتے ہیں، اور اگر بالآخر علیحدگی ہو بھی جائے تو یہ آخری عارہ کار کھلا رہتا ہے کہ چھر مل جانا عامیں تو دوبارہ نکاح کر لیں۔ لیکن اگر کوئی شخص نادانی کے ساتھ اپنے ان اختیارات کو غلط طریقے سے استعال کر بیٹھے تو وہ اپنے اوپر خود ظلم کرے گا اور تلافی کے تمام مواقع کھو بیٹھے گا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے ایک باپ اپنے بیٹے کو تین سوروپے دے اور کھے کہ یہ تمہاری ملکیت ہیں، ان کو تم اپنی مرضی سے خرچ کرنے کے مختار ہو۔ پھروہ اسے تصیحت کرے کہ اپنے اس مال کو جو میں نے تہمیں دے دیا ہے ، اس طرح احتیاط کے ساتھ بر محل اور بتدریج استعال کرنا تاکہ تم اس سے صبیح فائدہ اٹھا سکو، وربنہ میری تصبحت کے خلاف تم بے امتیاطی کے ساتھ اسے بے موقع خرچ کرو گے یا ساری رقم بیک وقت خرچ کر بیٹھو گے تو نقصان اٹھاؤ گے اور پھر مزید کوئی رقم میں تمہیں برباد کرنے کے لیے نہیں دول گا۔ یہ ساری تصبحت ایسی صورت میں بے معنی ہو جاتی ہے جب کہ باپ نے پوری رقم سرے سے اس کے ماتھ میں چھوڑی ہی نہ ہو، وہ بے موقع خرچ کرنا چاہیے تورقم اس کی جیب سے نکلے ہی نہیں، یا پورے تاین سوخرچ کر ڈالنے پر بھی ایک سوہی اس کے ہاتھ سے نکلیں اور دو سو بہر حال اس کی جیب میں پرسے رہیں۔ صورت معاملہ اگریہی ہو تو اس کسیحت کی آخر ماجت کیا ہے ؟

2. Then when they have reached their term, either retain them in a fair manner, *6 or part with them in a fair manner. And call to witness two just men from among you, *7 and establish testimony for

پھرجب پہنچ جائیں وہ اپنی معیاد کو تو انکو روک لو اچھے طریقہ سے ** یاعلیحدہ کر دوا پھے طریقہ ۔ اور گواہ کر لو دو منصف مردول کواپنے میں سے **اور دو درست گواہی اللہ کے لئے۔ یہ ہے وہ نصیحت ہو کی جاتی ہے اسکو جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر

 Allah. This you are admonished with, whoever believes in Allah and the Last Day. *8 And whoever fears Allah, He will appoint for him a way out. *9

اور روز آخرت پر⁸*۔ اور جو کوئی ڈرے گااللہ سے ۔ وہ پیدا کر دے گا اسکے لئے نجات کی صورت ۔ وہ

كَانَ يُؤُمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ اللهِ وَالْيَوْمِ اللهَ يَجْعَل اللهَ يَجْعَل اللهَ يَجْعَل للهُ يَخْرَجًا ﴿

*6 That is, in case you have pronounced one or two revocable divorces, you should take a decision before the expiry of the waiting-period whether you would keep the wife in wedlock or send her away. If you decide to keep her, then you should keep her with honor and dignity and not with a view to tormenting and harassing her and getting another opportunity to prolong her waiting-period by divorcing her once again; and if you decide to part with her, then you should part with her gracefully, without indulging in any quarrel or vilification. If you still owe her the dower, or a part of it, pay it off, and give her something in addition also at her departure according to your means, as has been enjoined in Surah Al-Baqarah, Ayat 241. (For further explanation, see E.N. 86 of Surah Al-Ahzab).

6 * ایعنی ایک یا دو طلاق دینے کی صورت میں عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے فیصلہ کر لوکہ آیا عورت کو اپنی زوجیت میں رکھنا ہے یا نہیں۔ رکھنا ہو تو نباہنے کی غرض سے رکھن اس غرض سے نہ رکھوکہ اس کو ستانے کے لیے رجوع کر لواور پھر طلاق دے کر اس کی عدت لمبی کرتے رہو۔ اور اگر رخصت کرنا ہو تو شریب آدمیوں کی طرح کسی لڑائی جھگڑے کے بغیر رخصت کرہ مہریا اس کا کوئی حصہ باقی ہو تو اداکر دو، اور حسب تو فیق کچھے نہ کچھے متاع طلاق کے طور پر دو، جیسا کہ سورہ بقرہ آیت 241 میں ارشاد ہوا ہے۔ (مزید تشریح کے لیے ملا ظلہ ہو تفہیم متاع طلاق کے طور پر دو، جیسا کہ سورہ بقرہ آیت 241 میں ارشاد ہوا ہے۔ (مزید تشریح کے لیے ملا ظلہ ہو تفہیم

*7 Ibn Abbas says that this implies calling to witness two men both at divorce and at reconciliation. (Ibn Jarir). Imran bin Husain was asked: A man divorced his wife and then took her back, but he neither called anybody to witness pronouncement of the divorce nor resumption of the relation. He replied: You pronounced the divorce against the sunnah and you took your wife back against the sunnah. You should call to witness men both at divorce and at resumption of relation, and you should not commit this mistake again. (Abu Daud, Iba Majah). But the four Sunni Imams agree that to call men to witness the divorce and the resumption and separation is no condition for these acts to be valid, so that if there was no witness, neither divorce should take place nor resumption should be valid nor separation. But this condition has been enjoined so that the parties may not deny any of the facts later and in case there was a dispute the matter might be settled easily and any suspicions and doubts might also be removed. This command is just like the command: Have witnesses in case of commercial transactions. (Surah Al-Baqarat, Ayat 282). This does not mean that it is obligatory to have witnesses at business transactions, and if there was no witness, the transaction would be invalid; but this is a wise instruction which has been given to prevent disputes and it is good to follow it. Likewise, in the case of divorce and resumption also although a person's act and conduct would be legally valid even without the witnesses yet caution demands that whatever is done, it should be witnessed, simultaneously or

later, by two just men.

7*ابن عباس کہتے ہیں کہ اس سے مراد طلاق پر بھی گواہ بنانا ہے اور رجوع پر بھی (ابن جریر)۔ صرت عمران بن حسین سے پوچھا گیاکہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھراس سے رجوع کر لیا، مگر نہ طلاق پر کسی کو گواہ بنایا نہ رجوع پر۔ انہوں نے جواب دیا'' تم نے طلاق بھی سنت کے غلاف دی اور رجوع بھی سنت کے خلاف کیا۔ طلاق اور رجعت اور فرقت پر گواہ ٰ بنانا، ان افعال کی صحبت کے لیے شرط نہیں ہے کہ اگر گواہ نہ بنایا جائے تو نہ طلاق واقع ہو، نہ رجوع صیح ہو اور نہ فرقت، بلکہ بیہ عکم اس امتیاط کے لیے دیا گیا ہے کہ فریقین میں سے کوئی بعد میں کسی واقعہ کا انکار نہ کر سکے ، اور نزاع پیدا ہونے کی صورت میں بآسانی فیصلہ ہو سکے ، اور شکوک و شبات کا دروازہ بھی بند ہو جائے ۔ یہ مکم بالکل ایسا ہی ہے جیسے فرمایا: وَأَشْهِلُ وَ آ إِذَا تَبَا يَغَتُّمُ، '' جب تم آپس ميں بيع كاكوئي معاملہ لے كروتوگواہ بنالو'' (بقرہ۔ 282)۔ اس كايہ مطلب نہيں ہے کہ بیع پر گواہ بنانا فرض ہے اور اگر گواہ نہ بنایا جائے تو بیع صبح نہ ہوگی، بلکہ یہ ایک حکیانہ ہدایت ہے جو نزاعات کا سدباب کرنے کے لیے دی گئی ہے اور اس پر عمل کرنے ہی میں بہتری ہے ۔ اسی طرح طلاق اور رجوع کے معاملہ میں بھی صبح بات یہی ہے کہ ان میں سے ہر فعل گواہیوں کے بغیر بھی قانوناً درست ہو جاتا ہے ، کین امتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ جو فعل مجھی کیا جائے ، اسی وقت یا اس کے بعد دوصاحب عدل آدمیوں کواس پر

*8 These words clearly show that the instructions given above are in the nature of advice and not law. If a man pronounces divorce against the approved method as explained above, or fails to reckon the waiting-period accurately, or expels the wife from the house without a good reason, or returns to her at the end of the waiting-period only to harass her, or sends her away after a quarrel, or fails to call the men to witness the divorce, reconciliation, or separation, if will not affect the legal effects of divorce or reconciliation or separation at all.

However, his acting against Allah's advice would be a proof that his heart was devoid of the taste faith in Allah and the Last Day. That is why he adopted a course which a true believer would never adopt.

8* یہ الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ اوپر جو ہدایات دی گئی ہیں وہ نصیحت کی حیثیت رکھتی ہیں نہ کہ قانون کی۔ آدمی سنت کے خلاف طلاق دے بیٹے ، عدت کا شار محفوظ نہ رکھے ، بیوی کو بلا عذر معقول گھر سے نکال دے ، عدت کے خاتے پر رجوع کرے تو عورت کو ستانے کے لیے کرے اور رخصت کرے تو لڑائی جھگڑے کے ساتھ کرے ، اور طلاق ، رجوع ، مفارقت ، کسی چیز پر بھی گواہ نہ بنائے ، تو اس سے طلاق اور رجوع اور مفارقت کے ساتھ کرے ، اور طلاق ، رجوع ، مفارقت ، کسی چیز پر بھی گواہ نہ بنائے ، تو اس سے طلاق اور رجوع اور مفارقت کے قانونی نتائج میں کوئی فرق واقع نہ ہوگا۔ البتہ الله تعالیٰ کی نصیحت کے غلاف عمل کرنا اس بات کی دلیل ہوگاکہ اس کے دل میں الله اور روز آخر پر صیح ایان موجود نہیں ہے جس کی بنا پر اس نے وہ طرز عمل اختیار کیا جوایک سے مومن کو افتیار نہ کرنا چاہیے ۔

*9 The context itself shows that here "fearing Allah in whatever one does" means to pronounce divorce in accordance with the approved method taught by the Sunnah, to reckon the waiting-period accurately, to avoid turning the wife out of the house, to take the wife back if one decides to keep her at the expiry of the waiting-period with the intention of keeping her equitably and to send her away in a fair manner if one decides to part with her, and to call two just men to witness the divorce, reconciliation or separation, as the case may be. In respect of this, Allah says that whoever acts in fear of Him, He will open for him a way out of the difficulties. This automatically gives the meaning that whoever does not fear Allah in these matters, will create for himself such complications and difficulties from which he will find no way out.

A study of these words clearly shows that the view of those who hold that the irregular (bidi) form of divorce does not take place at all and of those who regard a triple divorce pronounced at once or during the same period of purity as a single divorce, is not correct. For if an irregular form of divorce does not take place at all, it does not create any complication from which one may have to find a way out; and if only a single divorce takes place when one has pronounced three divorces at once, then also there arises no need for a person to seek a way out of a difficulty or complication.

9*سیاق کلام خود بتا رہا ہے کہ یہاں الله تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے کام کرنے کا مطلب سنت کے مطابق طلاق دینا، عدت کا ٹھیک ٹھیک حماب رکھنا، بیوی کو گھرسے نہ نکالنا، عدت کے اختتام پر عورت کو روکنا ہوتو نباہ کرنے کی نبیت سے رجوع کرنا اور علیحدگی ہی کرنی ہوتو جھلے آدمیوں کی طرح اس کورخصنت کر دینا، اور طلاق، رجوع یا مفارقت، جو بھی ہو، اس پر دو عادل آدمیوں کو گواہ بنا لینا ہے ۔ اس کے متعلق الله تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جواس طرح تقویٰ سے کام لے گا اس کے لیے ہم کوئی مخرج (یعنی مشکلات سے نکلنے کا راستہ) نکال دیں گے۔ اس سے خود بخود یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو شخص ان امور میں تقویٰ سے کام مذیبے گا وہ اپنے لیے خود ایسی الجھنیں اور مشکلات پیدا کر لے گاجن سے نکلنے کا کوئی راستہ اسے یہ مل سکے گا۔ ان الفاظ پر غور کیا جائے تو صاف محوس ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے نزدیک طلاق بدعی سرے سے واقع ہی نہیں ہوتی اور جو لوگ بیک وقت یا ایک ہی طہر میں دی ہوئیں تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق قرار دیتے ہیں، ان کی رائے صیح نہیں ہے ۔ کیونکہ اگر طلاق بدعی واقع ہی نہ ہوتو سرے سے کوئی المجھن پلیش نہیں آتی جس سے نکلنے کے لیے کسی مخرج کی ضرورت ہو۔ اور اگر تین طلاق انکھی دے بیٹھنے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہو، تب بھی مخرج کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس صورت میں آخر وہ پیچیدگی کیا ہے جس سے نکلنے کے لیے کسی راستے کی حاجت پیش آئے ؟

And He will for provide him from where he could not imagine. And whoever trusts in Allah, then He is sufficient for him. Indeed, Allah brings to fulfillment His decrees. Indeed, Allah has appointed for everything measure.

اور وہ رزق دے گا اسکو ایسی جگہ سے جمال سے نہ ہو اسکو گان *10* ۔ اور جو مجمروسہ رکھے گا اللہ پر تو وہ ہو گا اسکے لئے کافی ۔ بیشک اللہ پورا کر دیتا ہے اپنے کام *11* ۔ بیشک نوائر دیتا ہے اپنے کام *11 شبہ مقرر کر رکھا ہے اللہ نے ۔ بیشک ۔ بیشک

وَّيَرُرُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا عَلَى اللهِ عَلَى عَمْنُ اللهِ عَلَى اللهِ الْكُلِ اللهِ لِكُلِ اللهِ اللهُ اللهِ المُلْمُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ المُلْمُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ المُلْمُ اللهِ اللهِ ا

*10 It means: keeping the divorced wife in the house during the waiting period, to maintain her and to pay her the dower, or something in addition at departure certainly burdens a man financially. To spend on a woman whom one has already decided to send away because of strained relations will surely be irksome, and if the man is also poor, this expenditure will further pinch him. But a man, who fears Allah, should endure all this gracefully. Allah is not niggardly as the people are. If a person spends his wealth in accordance with His law, He will provide for him in a manner beyond all expectations.

10 * مرادیہ ہے کہ عدت کے دوران میں مطلقہ بیوی کو گھر میں رکھنا، اس کا خرچ برداشت کرنا، اور رخصت کرتے ہوئے اس کو مہریا متعہ طلاق دے کر رخصت کرنا بلا شبہ آدمی پر مالی بار ڈالٹا ہے ۔ جس عورت سے آدمی دل برداشتہ ہوکر تعلقات منقطع کر لینے پر آمادہ ہو چکا ہو، اس پر مال خرچ کرنا تواسے ضرور ناگوار ہو گا۔ اور اگر آدمی

تنگ دست بھی ہوتو یہ خرچ اسے اور زیادہ کھلے گا۔ لیکن الله سے ڈرنے والے آدمی کویہ سب کچھ برداشت کرنا چاہیے ۔ تمہارا دل تنگ ہوتو ہو، الله کا ہاتھ رزق دینے کے لیے تنگ نہیں ہے ۔ اس کی ہدایت پر چل کر مال خرچ کرو گے تووہ ایسے راستوں سے تہیں رزق دے گا جدھرسے رزق ملنے کا تم گان بھی نہیں کرسکتے *11 That is, there is no power that can prevent Allah's decree from enforcement.

11 * یعنی کوئی طاقت اللہ کے حکم کو نافذ ہونے سے روکنے والی نہیں ہے۔

4. And those who have despaired of menstruation among your women, if you are in doubt, then their period is three months, *12 and those who have not menstruated yet. *13 And for those who are pregnant, their term is that they deliver their burden (give birth). *14 And who ever fears Allah, He will make for him his matter easy.

وَالَّيِّ يَبِسُنَ مِنَ الْمَحِيْضِ اور وه جو ناميد مو على مول حيض تکو شبہ ہو تو انکی عدت ہے تین مهينے*12 اور وہ جنکو انجی حیض نہیں آنے لگا^{13*}۔ اور جو حل والی عورتوں ہوں انکی میعادیہ ہے کہ وہ وضع كرليس اپنا حل (بچه جن ليس) _ *14 اور جو ڈرے گا اللہ سے وہ پیداکر دے گا اسکے لئے اسکے کام میں سہولت ہے

مِنْ نِسَابِكُمُ إِنِ ايُتَبُتُمُ اللهِ عَماري عورتول ميں سے۔اگر فَعِلَّ هُنَّ ثَلْقَةُ الشَّهُرِ وَ الَّيْ لَمْ يَحِضُنَ * وَأُولَاثُ الْآخْمَال أَجَلُهُنَّ أَنْ يَّضَعُنَ حَمْلَهُنَّ اللهُ الله وَمَنْ يَتَقِي اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمُرِهِ يُسُرًا

*12 This is in respect of the women who no longer menstruation and have reached menopause because of age.

Their waiting-period will be reckoned from the day divorce was pronounced on them and three months imply three lunar months. If divorce was pronounced at the commencement of the lunar month, it is agreed that the waiting-period will be reckoned with regard to the sighting of the new moon; and if it was pronounced somewhere in the middle of the month, according to Imam Abu Hanifah, three months will have to be completed reckoning each month of 30 days. (Badaias-Sami).

As for the women whose courses are irregular due to some reason, the jurists have held different opinions:

Saeed bin al-Musayyab says that Umar ruled: If the woman who has been divorced stops having menses after having them once or twice after the divorce, she will wait for 9 months. If signs of pregnancy appear, well and good, otherwise after the passage of 9 months, she should observe the waiting-period of three additional months. Then she would be lawful for marriage to another person.

Ibn Abbas, Qatadah and Ikrimah say that the waitingperiod of the woman who has not menstruated for a year is three months.

Taus says that the waiting-period of the woman who menstruates once in a year, is three menstruations. This very opinion has been reported from Uthman, Ali and Zaid bin Thabit.

Imam Malik relates that a person by the name Habban divorced his wife during the period when she was suckling her child. A year passed on it, but she did not have the menses. Then the man died. The divorced wife laid claim to

inheritance. The case came before Uthman. He consulted with AIi and Zaid bin Thabit, and gave the decision that the woman was an heiress. The argument given was that the woman was neither of those women a who might have despaired of menstruation, nor of those girls who may not have menstruated yet: therefore, up till the husband's death she was on the menses she had discharged last, and had still to pass her waiting-period.

The Hanafis say that the waiting-period of the woman, who no longer menstruates, which may not be on account of menopause so that there may be no hope of her having it later will either be reckoned from the menstruation if she has it in the future, or in accordance with the age at which women generally reach menopause, and after attaining that age she will pass three months of the waiting period in order to be released from the marriage bond. The same opinion is held by Imam Shafei, Imam Thauri and Imam Laith, and the same also is the view of Umar, Uthman and Zaid bin Thabit.

Imam Malik has adopted the view of Umar and Abdullah bin Abbas and it is this: The woman will first pass nine months. If she does not have her menses during this period, she will pass three months of the waiting-period like the woman who has despaired of menstruation. Ibn al-Qasim explaining the viewpoint of Imam Malik says: The period of nine months will be reckoned from the day she became free from the previous menstrual discharge and not from the day divorce was pronounced on her. (All these have been taken from al-Jassas, Ahkam al-Quran and al-Kasani,

Badai as-Sanai).

Imam Ahmad bin Hanbal says that if the woman whose waiting-period started from menstruation despairs of menstruation during the waiting-period, she will be required to pass the waiting-period of the menopausal woman and not of the women who menstruate regularly. And if she stops menstruating and the cause of the cessation is unknown, she will first pass nine months in the doubt of pregnancy, and then will have to complete three months of the waiting-period, And if the cause of the cessation of the menses becomes known, e.g. a disease, or suckling, or some other cause, she will lie in the waiting-period till the time that either she starts having the menses again so that the waiting-period may be reckoned in accordance with the courses, or she reaches menopause and may pass the waiting-period of the menopausal woman. (Al-Insaf).

12* یہ ان عورتوں کا عکم ہے جن کو حیض آنا قطعی بند ہو چکا ہواور کبرسنی کی وجہ سے وہ سن ایاس میں داخل ہو چکی ہوں۔ ان کی عدت اس روز سے شار ہوگی جس روز انہیں طلاق دی گئی ہو۔ اور تین مہینوں سے مراد تین قمری مہینے ہیں اگر قمری مہینے کے آغاز میں طلاق دی گئی ہو تو بالا تفاق رویت ہلال کے لحاظ سے عدت شار ہوگی، اور اگر مہینے کے بیچ میں کسی وقت طلاق دی گئی ہو تو امام ابو عنیفہ کے نزدیک 30 دن کا مہینہ قرار دے کر کے مہینے یورے کرنے ہول گے (بدائع الصنائع)۔

رہیں وہ عورتیں جن کے حیض میں کسی نوع کی بے قاعدگی ہو، ان کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلافات میں۔

حضرت سعید بن السیب کہنے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا جس عورت کو طلاق دی گئی ہو، پھر ایک دو مرتبہ

حیض آنے کے بعد اس کا حیض بند ہوگیا ہو، وہ 9 مہینے انتظار کرے ۔ اگر حمل ظاہر ہو جائے تو ٹھیک ہے ، وربنہ

9 مہینے گزرنے کے بعد وہ مزید تئین مہینے عدت گزارے ، پھر وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کے لیے علال ابن عباس، قتادہ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ جس عورت کوسال بھر حیض نہ آیا ہواسکی عدت تین مہینے ہے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ جس عورت کو سال میں ایک مرتبہ حیض آئے اس کی عدت تین حیض ہے ۔ یہی رائے حضرت عثمان، حضرت علی، اور حضرت زیڈبن ثابت سے مروی ہے۔ امام مالک کی روایت ہے کہ ایک صاحب حبان نامی تھے جنوں نے اپنی بیوی کو ایسے زمانے میں طلاق دی جبکہ وہ پچے کو دودھ پلا رہی تھیں اور اس پر ایک سال گزر گیا مگر انہیں حیض نہ آیا۔ پھروہ صاحب انتقال کر گئے ۔ مطلقہ بیوی نے وراثت کا دعویٰ کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ انہوں نے حضرت علیٰ اور حضرت زیڈ بن ثابت سے مثورہ طلب کیا۔ دونوں بزرگوں کے مثورے سے حضرت عثمانٌ نے فیصلہ فرمایا کہ عورت وارث ہے ۔ دلیل بیہ تھی کہ نہ وہ ان عورتوں میں سے ہے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اور نہ ان لڑکیوں میں سے ہے جن کو امجھی حیض نہیں آیا، لہذا وہ شوہر کے مرنے تک اپنے اس حیض پر تھی جو اسے پہلے آیا تھا اور اس کی عدت باقی تھی۔ خفیہ کہتے ہیں کہ جس عورت کا حیض بند ہوگیا ہو، مگر اس کا بند ہونا سن ایام کی وجہ سے یہ ہوکہ آئندہ اس کے جاری ہونے کی امید نہ رہے ،اس کی عدت یا توحیض ہی سے ہوگی اگر وہ آئندہ جاری ہو، یا پھراس عمر کے لحاظ سے ہوگی جس میں عورتوں کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد وہ تبین مہینے عدت گزار کر نکاح سے آزاد ہوگی۔ یہی قول امام شافعی، امام ثوری اور امام لیث کا ہے ۔ اور یہی مذہب حضرت علی، حضرت عثمانؓ اور صنرت زیڈبن ثابت کا ہے ۔ امام مالک نے حضرت عمراور حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کواختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت پہلے 9 مہینے گزارے گی۔ اگر اس دوران میں حیض جاری منہ ہو تو چھر وہ تین مہینے اس عورت کی سی عدت گزارے کی جو حیض سے مایوس ہو چکی ہو۔ ابن القاسم نے امام مالک کے مسلک کی توضیح یہ کی ہے کہ 9 مہینے اس روز

سے شار ہوں گے جب آخری مرتبہ اس کا حیض ختم ہوا تھا نہ کہ اس روز سے جب اسے طلاق دی گئی۔ (بیہ تام تفصیلات احکام القرآن للجساص اور بدائع الصنائع للکاسانی سے ماخوذ ہیں)۔
امام احد بن عنبل کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت جس کی عدت حیض کے اعتبار سے شروع ہوئی تھی، عدت کے دوران میں آئیہ ہو جائے تو اسے حیض والی عورتوں کے بجائے آئیہ عورتوں والی عدت گزار نی ہوگی۔ اور اگر اس کو حیض آنا بند ہو جائے اور معلوم نہ ہو سکے کہ وہ کیوں بند ہوگیا ہے تو پہلے وہ عمل کے شبہ میں و میدنے گزارے گی اور چراسے تین مہینے عدت کے پورے کرنے ہوں گے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ حیض کیوں بند ہوا ہے، مثلاً کوئی بیاری ہویا دورہ پلا رہی ہویا ایسا ہی کوئی اور سبب ہوتو وہ اس وقت تک عدت میں رہے بند ہوا ہے، مثلاً کوئی بیاری ہویا دورہ پلا رہی ہویا ایسا ہی کوئی اور سبب ہوتو وہ اس وقت تک عدت میں رہے گی جب تک یا توحیض آنا شروع نہ ہوجائے اور عدت حیضوں کے لحاظ سے شار ہو سکے ، یا چھر وہ آئیہ ہوجائے اور آئیہ عورتوں کی ہی عدت گزار سکے (الانصاف)۔

*13 They may not have menstruated as yet either because of young age, or delayed menstrual discharge as it happens in the case of some women, or because of no discharge at all throughout life which, though rare, may also be the case. In any case, the waiting-period of such a woman is the same as of the woman, who has stopped menstruation. That is three months from the time divorce was pronounced.

Here, one should bear in mind the fact that according to the explanations given in the Quran the question of the waiting period arises in respect of the women with whom marriage may have been consummated, for there is no waiting-period in case divorce is pronounced before the consummation of marriage. (Surah Al-Ahzab, Ayat 49). Therefore, making mention of the waiting-period for the girls who have not yet menstruated, clearly proves that it is not only permissible to give away the girl in marriage at this age but it is also permissible for the husband to

consummate marriage with her. Now, obviously no Muslim has the right to forbid a thing which the Quran has held as permissible.

The girl who is divorced in the state when she has not yet menstruated and then she starts having the menses during the waiting-period, will reckon her waiting-period from the same menstruation and her waiting-period will be reckoned just like the woman who menstruates regularly.

13 * حیض نواہ کم سن کی وجہ سے نہ آیا ہو، یا اس وجہ سے کہ بعض عورتوں کو بہت دیر میں حیض آنا شروع ہوتا ہے ، اور شاذ و نا در ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی عورت کو عمر بھر نہیں آتا، بہر حال تمام صورتوں میں ایسی عورت کی عدت ہے ، اعنی طلاق کے وقت سے تین مہینے ۔

اس جگہ یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ قرآن کی تصریح کے مطابق عدت کا سوال اس عورت کے معاملہ میں پیدا ہوتا ہے جس سے شوہر فلوت کر چکا ہو، کیونکہ فلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں سرے سے کوئی عدت ہوتا ہو ہیں نہیں (الاحزاب، 49)۔ اس لیے ایسی لوکیوں کی عدت بیان کرنا جنہیں حیض آنا شروع نہ ہوا ہو، صریحاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس عمر میں نہ صرف لوکی کا نکاح کر دینا جائز ہے بلکہ شوہر کا اس کے ساتھ فلوت کرنا بھی جائز ہے ۔ اب یہ بات ظاہر ہے کہ جس چیز کو قرآن نے جائز قرار دیا ہوا سے ممنوع قرار دینے کا کسی مسلمان کو حق نہیں پہنچتا۔

جس لوکی کوایسی عالت میں طلاق دی گئی ہوکہ اسے ابھی حیض آنا شروع نہ ہوا ہو، اور پھر عدت کے دوران میں اس کو حیض آ جائے ، تو وہ پھر اسی حیض سے عدت شروع کرے گی اور اس کی عدت عائضہ عور توں جیسی ہوگی۔

*14 The consensus of scholarly opinion is that the waitingperiod of the pregnant divorced woman is till child birth. But a difference of opinion has occurred about whether the same also applies to the woman whose husband may die during her pregnancy. The dispute has arisen because in Surah Al-Baqarah, Ayat 234 the waiting-period of the woman whose husband dies has been laid down as four months and ten days, and there is no mention whatever whether this injunction applies to all widows generally or only to those who are not pregnant.

Ali and Abdullah bin Abbas, reading both these verses together, have drawn the rule that the waiting-period of the pregnant divorced woman is till child-birth, but that of the pregnant widow is the longer of the two periods, whether it be of the divorced woman or of the pregnant woman. For example, if delivery takes place before four months and ten days, she will have to observe a waiting period of four months and ten days, and if it does not take place till then, her waiting period will come to an end at delivery. The same is the viewpoint of the Imamiah sect of the Shias.

Abdullah bin Masud says that this verse of Surrah At-Talaq was sent down after the verse of Surah Al-Baqarah; therefore, the later injunction has made the earlier injunction particularly applicable to the non pregnant widow, and has laid down the waiting-period of every pregnant woman as till child birth, whether she is divorced or widowed. Accordingly, whether delivery takes place immediately after the husband's death, or takes longer than four months and ten days, the woman's waiting-period in any case will come to an end at the birth of the child. This view is supported by this tradition of Ubayy bin Kaab. He says: When this verse of Surah At-Talaq came down, I asked the Prophet (peace be upon him): Is it both

for the divorced woman and for the widow? The Prophet (peace be upon him) replied: Yes. In another tradition the Prophet (peace be upon him) further explained it thus: The waiting period of every pregnant woman is till child-birth. (Ibn Jarir, Ibn Abu Hatim). Ibn Hajar says that although its reliability is questionable, yet as it has been related through several chains of transmitters, one has to admit that it has some basis. More than that, it is further confirmed by the incident concerning Subaiah-i Aslamiyyah which occurred in the sacred time of the Prophet (peace be upon him) himself. She became a widow during her pregnancy and a few days after her husband's death (according to some traditions 20 days, (according to others 23 days, 25 days, 35 days or 40 days) she delivered her burden. The Prophet (peace be upon him) was asked for his ruling concerning her and he permitted her to remarry. This incident has been related by Bukhari and Muslim in different ways on the authority of Umm Salamah. This same incident has been related by Bukhari Muslim, Imam Ahmed, Abu Daud, Nasai and Ibn Majah with different chains of transmitters on the authority of Miswar bin Makhramah also. Muslim has cited this statement of Subaiah-i Aslamiyyah herself: I was the wife of Saed bin Khawalah. He died during the Farewell Pilgrimage when I was pregnant. A few days after his death I gave birth to a child. A man told me that I could not remarry before the expiry of four months and ten days. I went and asked the Prophet (peace be upon him) and he gave the verdict: You have become lawful as soon as you

gave birth to the child: you can re-marry if you so like. This tradition has been related briefly by Bukhari also.

This same viewpoint has been reported from a large number of the companions. Imam Malik, Imam Shafei, Abdur Razzaq, Ibn Abi Shaibah and Ibn al-Mundhir have related that when Abdullah bin Umar was asked concerning the pregnant widow, he replied that her waiting-period is till childbirth. At this a man from among the Ansar confirmed, saying: Umar had said that even if the deceased husband had not yet been buried, and his body still lay on bed in the house and his wife gave birth to a child, she would become pure and lawful for remarriage. The same opinion was held by Abu Hurairah, Abu Mansur Badri and Aishah, and the same has been adopted by the four Sunni Imams and the other early jurists.

The Shafeis say that if the pregnant woman has more children than one in her womb, her waiting-period will come to an end at the birth of the last child; even if it is still born, the waiting-period will expire at its birth. In case of abortion, if the mid-wives, on the basis of their knowledge and experience, state that it was not merely a piece of flesh but had human form, or that it was not a tumor but a human embryo, their statement will be admitted and the waiting period will expire. (Mughni, al-Muhtaj). The viewpoint of the Hanbalis and the Hanafis is also very close to it. But in case of abortion, their viewpoint is that unless the human form is clearly visible, the mid-wives' statement that it is human embryo, will not be admitted and this will not bring the waiting-period to an end. (Bade ias-Sanei; Al-

Insaf). But in the modern times by means of medical investigation it can be easily ascertained whether what has been expelled from the womb was actually something of the nature of human fetus or a kind of tumor or congealed blood. Therefore, whenever it is possible to obtain expert medical opinion, it can be easily decided whether what is described as abortion, was really abortion or not, and whether it has brought the waiting-period to an end or not. However, in cases when such medical investigation is not possible, the viewpoint of the Hanbalis and the Hanafis itself is preferable and it is not fit to rely on the ignorant mid-wives.

14*اس امر پرتمام اہل علم کا اجاع ہے کہ مطلقہ عاملہ کی عدت وضع عل تک ہے ۔ لیکن اس امر میں اختلاف واقع ہوگیا ہے کہ آیا یہی علم اس عورت کا بھی ہے جس کا شوہر زمانہ عل میں وفات با گیا ہو؟ یہ اختلاف اس وجہ سے ہوا ہے کہ سورہ بقرہ آیت 234 میں اس عورت کی عدت 4 مہینے دس دن بیان کی گئی ہے جس کا شوہر وفات با جائے ، اور وہاں اس امر کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ علم آیا تمام بیوہ عورتوں کے لیے عام ہے یا ان عورتوں کے لیے غاص ہے جو عاملہ نہ ہوں۔

حضرت علی اور حضرت عبد الله بن عباس ان دونوں آیتوں کو ملاکریہ استنباط کرتے ہیں کہ عاملہ مطلقہ کی عدت میں وضع حل تک ہی ہے ، مگر بیوہ عاملہ کی عدت آخر الاَجلین ہے ، یعنی مطلقہ کی عدت اور عاملہ کی عدت میں سے جوزیادہ طویل ہو وہی اس کی عدت ہے ۔ مثلاً اگر اس کا بچہ 4 مہینے دس دن سے پہلے پیدا ہو جائے تواسے چار مہینے دس دن پورے ہونے تک عدت گزارنی ہوگی۔ اور اگر اس کا وضع حل اس وقت تک نہ ہوتو پھر اس کی عدت اس وقت پوری ہوگی جب وضع حل ہو جائے ۔ یہی مذہب امامیہ کا ہے ۔

صنرت عبدالله بن متعود کہتے ہیں کہ سورہ طلاق کی بیہ آیت سورہ بقرہ کی آیت کے بعد نازل ہوئی ہے ، اس لیے بعد کے عکم نے پہلی آیت کے حکم کو غیر عاملہ بیوہ کے لیے خاص کر دیا ہے اور ہر عاملہ کی عدت وضع

حل تک مقرر کر دی ہے ، خواہ وہ مطلقہ ہویا ہیوہ۔ اس مسلک کی روسے عورت کا وضع حل چاہے شوہر کی وفات کے فوراً بعد ہو جائے یا 4 مہینے دس دن سے زیادہ طول تھینچے ، بہر حال بچے پیدا ہوتے ہی وہ عدت سے باہر ہو جائے گی۔ اس مسلک کی تائید حضرت ابی بن کعب کی یہ روایت کرتی ہے وہ فرماتے ہیں، جب سورہ طلاق کی یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے بوچھاکیا یہ مطلقہ اور بیوہ دونوں کے لیے ہے ؟ حضور نے جواب دیا ہاں۔ دوسری روایت میں حضور نے مزید تصریح فرمائی: اجل کل حامل ان تضع مافی بطنہا، '' ہر عاملہ عورت کی عدت کی مدت اس کے وضع عل تک ہے '' (ابن جریر۔ ابن ابی عاتم۔ ابن مجر کہتے ہیں کہ اگر چہ اس کی سند میں کلام کی گنجائش ہے ، لیکن چونکہ یہ متعدد سندوں سے نقل ہوئی ہے اس لیے ماننا رہتا ہے کہ اس کی کوئی اصل ضرور ہے)۔ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر اس کی مضبوط تائید سبیعہ اسلمیہ کے واقعہ سے ہوتی ہے جورسول الله صلی الله علیہ و سلم کے حمد مبارک میں پیش آیا تھا۔ وہ بحالت حمل بیوہ ہوئی تھیں اور شوہر کی وفات کے چند روز بعد (بعض روایات میں 20 دن، بعض میں 23 دن، بعض میں 25 دن، بعض میں 40 دن اور بعض میں 35 دن بیان ہوئے ہیں) ان کا وضع حمل ہو گیا تھا۔ حضورٌ سے ان کے معاملہ میں فتویٰ پوچھا گیا توآپ نے ان کو نکاح کی اجازت دے دی۔ اس واقعہ کو بخاری و مسلم نے کئی طریقوں سے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے ۔ اسی واقعہ کو بخاری، مسلم، امام احد، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے مختلف سندول کے ساتھ حضرت مسور بن مخرمہ سے بھی روایت کیا ہے۔ مسلم نے خود سبیعہ اسلمیہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں حضرت سعد بن خولہ کی بیوی تھی۔ ججۃ الوداع کے زمانے میں میرے شوہر کا انتقال ہوگیا جبکہ میں ماملہ تھی۔ وفات کے چندروز بعد میرے ہاں بچے پیدا ہوگیا۔ ایک صاحب نے کھاکہ تم عار مہینے دس دن سے پہلے نکاح نہیں کر سکتیں۔ میں نے جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم سے پوچھا تو آپ نے فتویٰ دیا کہ تم وضع حل ہوتے ہی طلال ہو چکی ہو، اب چاہے تو دوسرا نکاح کر سکتی ہو۔ اس روایت ا کو بخاری نے ہمی مختصراً نقل کیا ہے ۔ صحابہ کی کثیر تعداد سے یہی مسلک منقول ہے ۔ امام مالک، امام شافعی، عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابن

المنذر نے روایت نقل کی ہے کہ صرت عبداللہ بن عمر سے حاملہ ہیوہ کا مسلہ یوچھا گیا توانہوں نے کہا اس کی عدت وضع حمل گی ہے ۔ اس پر انصار میں سے ایک صاحب بولے کہ حضرت عمر نے تو یہاں تک کھا تھا کہ اگر شوہرا بھی دفن مبھی نہ ہوا ہوا بلکہ اس کی لاش اس کے بستر پر ہی ہواور اس کی بیوی کے ہاں بچپر ہوجائے تو وہ دوسرے نکاح کے لیے ملال ہو جائے گی۔ یہی رائے حضرت ابو ہربرہ، حضرت ابو مسعودٌ بدری اور حضرت عائشہ کی ہے ، اور اسی کوائمہ اربعہ اور دوسرے اکابر فقهاء نے اختیار کیا ہے ۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر ماملہ کے پیٹ میں ایک سے زیادہ بیچے ہوں تو آخری پیچے کی ولادت پر عدت ختم ہو گی۔ بچپہ خواہ مردہ ہی پیدا ہو، اس کی ولادت سے عدت ختم ہو جانے گی۔ اسقاط حل کی صورت میں اگر دائیاں اپنے فن کی روسے یہ کہیں کہ یہ محض نون کا لوتھڑا نہ تھا بلکہ اس میں آدمی کی صورت پائی جاتی تھی، یا یہ رسولی نہ تھی بلکہ آدمی کی اصل تھی تو ان کا قول قبول کیا جائے گا اور عدت ختم ہو جائے گی (مغنی المختاج)۔ حنابلہ اور خفیہ کا مسلک بھی اس کے قریب قریب ہے ، مگر اسقاط کے معاملہ میں ان کا مذہب بیہ ہے کہ جب تک انسانی بناوٹ ظاہر مذیائی جائے ، محض دائیوں کے اس بیان پر کہ بیہِ آدمی ہی کی اصل ہے ، اعتماد نہیں کیا جائے گا اور اس سے عدت ختم نہ ہوگی (بدائع الصنائع۔ الانصاف)۔ لیکن موجودہ زمانے میں طبی تحقیقات کے ذریعہ سے یہ معلوم کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آسکتی کہ جو چیز ساقط ہوئی ہے وہ واقعی انسانی حل کی نوعیت رکھتے تھی یا کسی رسولی یا جمے ہوئے خون کی قسم سے تھی، اس لیے اب جمال ڈاکٹروں سے رائے ماصل کرنا ممکن ہو وہاں یہ فیصلہ بآسانی کیا جا سکتا ہے کہ جس چیز کو اسقاطِ حل کھا جاتا ہے وہ واقعی اسقاط تھا یا نہیں اور اس سے عدت ختم ہوئی یا نہیں۔ البتہ جمال ایسی طبی تحقیق ممکن نہ ہو وہاں حنابلہ اور حفیہ کا مسلک ہی زیادہ مبنی ہر احتیاط ہے اور جاہل دائیوں پر اعتاد کرنا مناسب نہیں ہے۔

5. That is the command of Allah, which He has sent down to you. And whoever fears

یہ ہے مکم الله کا جواسے نازل کیا ہے تم پر۔ اور جو ڈرے گا الله سے وہ دور کر دیگا اس سے اسکی

ذَلِكَ آمُرُ اللهِ آنُزَلَهُ يَ اللهِ الْذَلَةَ يَ اللهِ النَّرَالَةَ يَ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ الله

Allah, He will remove from him his evil deeds, and will enhance for him reward. *15





*15 Although this is a general exhortation which applies to all matters and conditions of human life, yet in this particular context the object is to warn the Muslims to follow the commands mentioned above in fear of God, no matter what responsibilities they may have to shoulder in consequence thereof, for as a reward for this Allah will remove their ills and will forgive their sins and will enhance their rewards in the Hereafter. Obviously, the waitingperiod of the divorced woman whose term has been prescribed as three months will be longer than that of the whose term has been appointed as menstruation, and the term of the pregnant woman may be several months longer. To shoulder the responsibility of the maintenance and lodging of the woman whom a man may have decided to give up, during this whole period, will be an unbearable burden for the people, but Allah's promise is that He will lighten the burden that is borne in fear of Him and in following His command, by His special bounty and grace, and will reward the person much more generously and richly in comparison to the small burden borne by him in the world.

15* یہ اگر چہ ایک عمومی نصیحت ہے جس کا اطلاق انسانی زندگی کے تمام طالات پر ہوتا ہے ، لیکن اس خاص سیاق و سباق میں اسے ارشاد فرمانے کا مقصد مسلمانوں کو خبردار کرنا ہے کہ اوپر جو احکام بیان کیے گئے

ہیں، ان سے نواہ تمہارے اوپر کتنی ہی ذمہ داریوں کا بوچھ پڑتا ہو، ہمر مال خدا سے ڈرتے ہوئے ان کی پیروی کرو، الله تمہارے کام آسان کرے گا، تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تمہیں بڑا اہر دے گا۔ ظاہر ہے کہ جن مطلقہ عورتوں کی عدت تین مہینے مقرر کی گئی ہے ان کا زمانہ عدت ان عورتوں کی بہ نسبت طویل تر ہو گا جن کی عدت تین حیض مقرر کی گئی ہے ۔ اور ماملہ عورت کا زمانہ عدت تواس سے بھی کئی مہینے زیادہ ہو سکتا ہے ۔ اس پورے زمانے میں عورت کی سکونت اور اس کے نفقہ کی ذمہ داری اٹھانا، جبکہ آدمی اسے چھوڑ دینے کا ارادہ کر چکا ہو، لوگوں کو ناقابل برداشت بار محوس ہو گا۔ لیکن جو بار الله سے ڈرتے ہوئے ، الله کے احکام کی پیروی میں اٹھایا جائے ، الله کا وحدہ ہے کہ اپنے فضل سے وہ اس کو ہلکا کر دے گا اور اس کی اتنی بھاری ہزا دے گاجو دنیا میں اٹھائے ہوئے اس تھوڑے سے بارکی بہ نسبت بہت زیادہ گراں قدر ہوگی۔ دے گاجو دنیا میں اٹھائے ہوئے اس تھوڑے سے بارکی بہ نسبت بہت زیادہ گراں قدر ہوگی۔

6. Lodge them (in the waiting period) in a place where you live yourselves, according to your means, and do not harm them, so as to oppress them. *16 And if they are pregnant, then spend on them until they deliver their burden. *17 Then if they suckle (the child) for you,

their burden. *17
Then if they suckle (the child) for you, then give them their wages, and confer among

سکونت دو انکو (عدت کے دوران) الیمی جگه جمال تم نود رہتے ہواپنی حیثیت کے مطابق ۔ اور یه تکلیف دو انکو تا که تنگی ڈالو ان پر ۔ 16* اور اگر وہ ہوں حاملہ تو خرچ کرتے رہوا**ن پری**ماں تک کہ وہ وضع کرلیں اپنا حل ^{17*}۔ پھراگر وہ دودھ پلائیں (بھیہ کو) تمہارے لئے تو دیدو انکو ان کی اجرت۔ اور موافقت رکھو آپس میں پسندیدہ طریقے سے۔*18 اور اگر باہم تنگی پیدا کرو تو دودھ پلانے گی اسکی

yourselves in kindness. *18 And if you make difficult for each other then would suckle for him another (woman). *19

st

*16 The jurists agree that if the woman has been divorced revocable, the husband is responsible for her lodging and maintenance. They also agree that if the woman is pregnant, the husband will bear the responsibility of her lodging and maintenance till child-birth whether she has been divorced revocable or irrevocably. However, the difference of opinion has arisen about whether the non-pregnant woman who has been divorced irrevocably is entitled to both lodging and maintenance, or only to lodging, or to neither.

One group says that she is entitled to both lodging and maintenance. This is the opinion of Umar, Abdullah bin Masud, Ali bin Husain (Imam Zain al-Abidin), Qadi Shuraih and Ibrahim Nakhai. The same has been adopted by the Hanafis, and the same is also the viewpoint of Imam Sufyan Thauri and Hasan bin Saleh. This is supported by the Hadith of Daraqutni in which Abdullah bin Jabir reports that the Prophet (peace be upon him) said: The woman who has been divorced thrice has a right to lodging and maintenance during the waiting-period. This is further supported by those traditions in which it has been reported that Umar had rejected the Hadith of Fatimah bint-Qais,

saying: We cannot abandon the Book of Allah and the Sunnah of our Prophet (peace be upon him) on the word of a woman. This shows that the Sunnah of the Prophet (peace be upon him) in the knowledge of Umar must be that such a woman is entitled to both maintenance and lodging. Furthermore in a tradition from Ibrahim Nakhai there is the explanation that Umar rejecting the Hadith of Fatimah bint-Qais, had said: I have heard the Prophet (peace be upon him) say that such a woman has a right to lodging as well as to maintenance. The first argument that Imam Abu Bakr al Jassas has given in his discussion of this question in his Ahkam al-Quran is that Allah has explicitly said: Divorce them for their prescribed waiting periods. This divine command also applies to that person who might have taken his wife back after divorcing her twice in the first instance, and now he is left with only one divorce to pronounce. His second argument is: When the Prophet (peace be upon him) taught this method of pronouncing divorce that one should either pronounce divorce in such a period of purity in which one may not have had sexual intercourse, or in a state when the signs of a woman's being pregnant might have appeared. In this he did not make any distinction between the first, second, or final divorce. Therefore, the divine command: Lodge them (in the waiting period) where you yourselves live, will be regarded as relevant to every form of divorce. His third argument is: The maintenance and lodging of the pregnant woman, whether divorced revocable or irrevocably, is binding on the husband, and in respective the non-pregnant revocably

divorced woman also both these rights are binding. This shows that the maintenance and lodging have not been made incumbent on the basis of pregnancy but because both are legally bound to stay in the husband's house. Now, if the same injunction be applicable to the irrevocably divorced non-pregnant woman also, there can be no reason why her lodging and maintenance should not be incumbent on the man divorcing her.

The second group says that the irrevocably divorce woman has a right to lodging but not to maintenance. This is the viewpoint of Saed bin al-Musayyab, Suleman bin Yasar, Ata, Shabi, Auzai, Laith and Abu Ubaid, and Imam Shafei and Imam Malik also have adopted the same. But in Mughni al-Muhtaj a different viewpoint of Imam Shafei has been stated as will be explained below.

The third group say that the irrevocably divorced woman is neither entitled to lodging nor to maintenance. This is the viewpoint of Hasan Basri, Hammad Ibn Laila, Amr bin Dinar, Taus, Ishaq bin Rahawaih and Abu Thaw. Ibn Jarir has cited this very viewpoint as of Ibn Abbas, Imam Ahmad bin Hanbal and the Imamiah sect of the Shias also have adopted the same, and in Mughni al-Muhtaj the viewpoint of the Shafeis also has been stated to be this: The woman who is passing her waiting-period on the basis of divorce has an obligatory right to lodging, whether she is pregnant or not, but for the woman who has been irrevocably divorced, it is not obligatory. And for the non-pregnant irrevocably divorced woman there is neither maintenance nor clothing. This viewpoint in the first place

is based on this verse of the Quran: You do not know: Allah may after this bring about a situation (of reconciliation). From this they conclude that this could be correct only about a revocably divorced woman, and not about an irrevocably divorced one. Therefore, the command of lodging the divorced woman in the house is specifically applicable only to the revocably divorced woman. Their second reasoning is from the Hadith of Fatimah bint-Qais, which has been reported in the collections of Hadith through many authentic channels.

This Fatimah bint-Qais al-Fihriyyah was one of the earliest emigrants. She was esteemed for her wisdom and sagacity, and the consultative body of the companions on the occasion of Umar's martyrdom had met together at her house. She was first married to Abu Amr bin Hafs bin al-Mughirah al-Makhzumi. After she was separated by him by three divorces, the Prophet (peace be upon him) married her to Usamah bin Zaid. According to reports, her husband, Abu Amr had pronounced two divorces on her. Then, when he was sent to Yemen along with Ali, he also sent from there the third and final divorce. According to some, lodge her in the house during the waiting-period and maintain her. According to some others, she herself had laid claim to maintenance and lodging. Whatever be the case, the husband's relatives refused to concede her claim. Thereupon she took her case to the Prophet (peace be upon him), and he gave the decision that she was neither entitled to maintenance nor to lodging. According to a tradition, the Prophet (peace be upon him) said: The husband is under

obligation to provide maintenance and lodging to the woman only in case he had a right to return to her, but when he had no such right, she was neither entitled to maintenance nor to lodging. (Musnad Ahmad). Tabarani and Nasai have also related almost the same tradition, the concluding words of which are to the effect: But when she is not lawful for him until she marries another man than him, there is neither maintenance for her nor lodging. After giving this decision the Prophet (peace be upon him) first commanded her to pass her waiting period in the house of Umm Sharik and then told her to stay in the house of Ibn Umm Muktum.

However, the arguments of those who have not accepted this Hadith are as follows:

In the first place, she had been commanded to leave the house of her husband's relatives because she was rude of tongue and they were fed up with her ill-temper. Saed bin al-Musayyab says: This lady by reporting her Hadith has misguided the people. The truth is that she was rude and impudent, that is why she was lodged in the house of Ibn Umm Maktum. (Abu Daud). In another tradition Saed bin al Musayyab is reported to have said: She had been impudent and rude to her husband's relatives; that is why she was commanded to shift from that house. (Al-Jassas). Suleman bin Yasar says: Her expulsion from the house was because of her ill-temper. (Abu Daud).

Secondly, her tradition was repudiated by Umar at a time when many of the companions were still living, and the matter could be fully investigated. Ibrahim Nakhai says:

When this Hadtih of Fatimah reached Umar, he said: We cannot abandon a verse of the Book of Allah and a saying of the Messenger of Allah (peace be upon him) because of the saying of a woman who seems to be conjecturing. I have myself heard the Prophet (peace be upon him) say that the woman who has been divorced irrevocably is entitled to both lodging and maintenance. (AI-Jassas). Abu Ishaq says: I was sitting with Aswad bin Yazid in the mosque of Kufah, when Shabi made mention of the Hadith of Fatimah bint-Qais. Aswad thereupon threw pebbles at Shabi and said: When in the time of Umar this tradition of Fatimah was brought to his notice, he said: We cannot cast off the Book of our Lord and the Sunnah of our Prophet (peace be upon him) on the strength of the tradition of a woman. Maybe she has forgotten. The woman has a right to maintenance as well as to lodging, for Allah says: Do not turn them out of their houses. This tradition has been reported in Muslim, Abu Daud, Tirmidhi and Nasai with some variation in wording.

Thirdly, during the reign of Marwan when a dispute arose in respect of the irrevocably divorced woman, Aishah had subjected the tradition of Fatimah bint-Qais to severe criticism. Qasim bin Muhammad says: I asked Aishah: Don't you know the incident concerning Fatimah? She replied: Better not mention the Hadith of Fatimah. (Bukhari), The words of Aishah in the other tradition related by Bukhari are to the effect: What has happened to Fatimah? Is she not afraid of God? In the third tradition Urwah bin Zubair says that Aishah said: There is no good

for Fatimah in reporting this hadith. In still another tradition Urwah says that Aishah expressed great indignation against Fatimah and said: She in fact was in an empty house, where she had no sympathizer; therefore, for the sake of her convenience the Prophet (peace be upon him) instructed her to change her house.

Fourthly, this lady was later married to Usamah bin Zaid, and Muhammad bin Usamah says: Whenever Fatimah made mention of this Hadith, my father would throw at her whatever fell in his hand. (AI-Jassas). Obviously, had not Usamah known that the Sunnah was contrary to what Fatimah said, he could not have felt so annoyed at the mention of this Hadith.

16*اس امر میں تمام فقهاء کا اتفاق ہے کہ مطلقہ کو اگر رجی طلاق دی گئی ہو تو شوہر پراس کی سکونت اور اس کے نفقہ کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۔ اور اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ اگر عورت عاملہ ہو، تو نوا ہ اسے رجعی طلاق دی گئی ہویا قطعی طور پرالگ کر دینے والی بہر عال اس کے وضع عمل تک اس کی سکونت اور اس کے نفقہ کا ذمہ دار شوہر ہوگا۔ اس کے بعد اختلاف اس امر میں ہوا ہے کہ آیا غیر عاملہ مطلقۂ مَبتُوتہ (یعنی جے قطعی طور پرالگ کر دینے والی طلاق دی گئی ہو) سکونت اور نفقہ دونوں کی حق دار ہے ؟ یا صرف سکونت کا حق رکھتی ہے ؟ یا دونوں میں سے کسی کی بھی حق دار نہیں ہے ؟

ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ سکونت اور نفقہ دونوں کی حق دار ہے ۔ یہ رائے حضرت عمر، حضرت عبد الله بن مسعود حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین)، قاضی شریح اور ابراہیم نخفی کی ہے ۔ اس کو خفیہ نے اختیار کیا ہے ،اور امام سفیان ثوری اور حن بن صالح کا بھی یہی مذہب ہے ۔ اس کی تائید دار قطنی کی اس مدیث سے ہوتی ہے جس میں حضرت جابر بن عبد الله بیان کرتے ہیں کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: المطلقہ ثلاثا کھا السکنی والنفقہ، ''جس عورت کو تین طلاقیں دی جا چکی ہوں اس کے لیے زمانہ عدت المطلقہ ثلاثا کھا السکنی والنفقہ، '' جس عورت کو تین طلاقیں دی جا چکی ہوں اس کے لیے زمانہ عدت

میں سکونت اور نفقہ کا حق ہے ''۔ اس کی مزید تائیدان روایات سے ہوتی ہے جن میں بتایا گیا ہے کہ فاطمہ بنت قبیں کی مدیث کو حضرت عمر نے یہ کمہ کر رد کر دیا تھا کہ ایک عورت کے قول پر اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ترک نہیں کر سکتے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرت عمر کے علم میں لازماً رسولِ الله صلی الله علیہ وسلم کی یہ سنت ہو گی کہ ایسی عورت کے لیے نفقہ اور سکونت کا حق ہے ۔ بلکہ ابراہیم تخفی کی ایک روایت میں تو یہ تصریح ہے کہ حضرت عمر نے فاطمہ بنت قیس کی مدیث کورد کرتے ہوئے فرمایا تھا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بقول لها السكني و انفقه، " مين نے رسول الله صلى الله عليه وسلم كويه فرماتے سا ہے كه ايسى عورت کے لیے سکونت کا حق بھی ہے اور نفقہ کا بھی ''امام ابو بکر جساس اُحکام القرآن میں اس مسلے پر مفصل بحث کرتے ہوئے اس مسلک کے حق میں پہلی دلیل بیہ دیتے ہیں کہ الله تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا ہے فَطَلِّقُوۡ هُنَّ لِعِلَّ بِهِنَّ، '' ان کو ان کی عدت کے لیے طلاق دو'' اس فرمان الهی کا اطلاق اس شخص پر مجھی تو ہوتا ہے جو دو طلاق پہلے دے کر رجوع کر چکا ہواور اب اسے صرف ایک ہی طلاق دینے کا حق باقی ہو۔ دوسری دلیل ان کی یہ ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے طلاق دینے کا جب یہ طریقہ بتایا کہ ''آدمی یا توالیے طہر میں طلاق دے جس میں مباشرت نہ کی گئی ہویا ایسی حالت میں طلاق دے جبکہ عورت کا حاملہ ہونا ظاہر ہو چکا ہو' ، تواس میں آپ نے پہلی، دوسری، یا آخری طلاق کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کا بیر ارشاد که '' ان کو اسی جگه رکھو جال تم رہتے ہو'' ہر قسم کی طلاق سے متعلق مانا جائے گا۔ تیسری دلیل وہ بیر دیتے ہیں کہ حاملہ مطلقہ خواہ رجعیہ ہویا مبتوبہ، اس کی سکونت اور اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے ۔ اور غیر حاملہ رجعیہ کے لیے بھی یہ دونوں حقوق واجب ہیں۔ اس سے معلوم ہو اُکہ سکونت اور نفقہ کا وجوب در اصل حل کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس بنا پر ہے کہ یہ دونوں قیم کی عورتیں شرعاً شوہر کے گھر میں رہنے پر مجبور ہیں۔ اب اگریہی حکم مبتونۃ غیر حاملہ کے بارے میں مبھی ہو تو گوئی وجہ نہیں کہ اس کی سکونت اور اس کا نفقہ

دوسراگروہ کہتا ہے کہ مطلقہ مبتونہ کے لیے سکونت کا حق توہے مگر نفقہ کا حق نہیں ہے۔ یہ مسلک سعیدبن المسیب، سلیمان بن بسار، عطاء، شعبی، اوزاعی، لیث اورابو عبید رحمهم الله کا ہے ،اورامام شافعی اورامام مالک نے بھی اسی کواختیار کیا ہے ۔ لیکن مغنی المختاج میں امام شافعی کا مسلک اس سے مختلف بیان ہوا ہے جیسا تبیسرا گروہ کہتا ہے کہ مطلقہ مبتونۃ کے لیے یہ سکونت کا حق ہے یہ نفقہ کا۔ یہ مسلک حن بصری، حاد، ابن ابی کیلی، عمرو بن دینار، طاؤس، اسحاق بن راہویہ، اور ابو ثور کا ہے ۔ابن جریر نے حضرت ابن عباس کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے ۔ امام احد بن حنبل اور امامیہ نے مبھی اسی کو اختیار کیا ہے ۔اور مغنی المختاج میں شافعیہ کا ملك بھى يہ بيان كيا گيا ہے كہ تجب سكنى لمعتدة طلاقٍ حائلٍ او حاملٍ ولا بائن ولحائل البائن لانفقہ لها ولا كسوة۔ '' طلاق كى بنا پر جو عورت مدت گزار رہى ہواس كے ليے سكونت كا حق واجب ہے خواہ وہ حاملہ ہویا نہ ہو، مگر بائنہ کے لیے واجب نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔ اور غیر حاملہ بائنہ کے لیے یہ نفقہ ہے اور یہ کپڑا''۔ اس مسلک کا استدلال ایک تو قرآن مجید کی اس آیت سے ہے کہ لَا تَدُيِى لَعَلَّ اللَّهُ يُعُدِثُ بَعُدَ ذَٰ لِكَ آمُراً، ثم نهيں جانة ، شايداس كے بعد الله موافقت كى كوئى صورت پیدا کر دے ''۔اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ بات مطلقہ رجعیہ کے حق ہی میں درست ہو سکتی ہے نہ کہ مبتونہ کے حق میں۔ اس لیے مطلقہ کو گھر میں رکھنے کا حکم بھی رجمیہ ہی کے لیے خاص ہے۔ دوسرا استدلال فاطمہ بنت قبیں کی مدیث سے ہے جے کتب مدیث میں بکثرت صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا گیا یہ فاطمہ بنت قیس الفہریہ اولین مهاجرات میں سے تھیں، بدی عاقلہ سمجھی جاتی تھیں، اور صرت عمر کی شادت کے موقع پر اصحاب شوریٰ کا ابتماع انہی کے ہاں ہوا تھا۔ یہ پہلے ابو عمروبن حفص المحیرۃ المخزُومی کے نکاح میں تھیں، چھران کے شوہرنے ان کو تین طلاقیں دے کر الگ کر دیا، اور بعد میں رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت اسامہ بن زید سے کیا۔ ان کا قصہ یہ ہے کہ ان کے شوہرابو عمرو پہلے ان کو

دو طلاق دے چکے تھے ۔ پھر جب حضرت علی کے ساتھ وہ مین بھیجے گئے توانہوں نے وہاں سے باقی ماندہ تبیسری طلاق مبھی ان کو بھیج دی۔ بعض روایات میں یہ ہے کہ ابو عمرو ہی نے اپنے رشتہ داروں کو پیغام بھیجا تھا کہ عدت کے زمانے میں ان کو گھر میں رکھیں اور ان کا خرچ برداشت کریں۔ اور بعض میں یہ ہے کہ انہوں نے نود نفقہ و سکونت کے حق کا مطالبہ کیا تھا۔ بہر مال جو صورت مبھی ہو، شوہرکے رشتہ داروں نے ان کا حق ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر بیہ دعویٰ لے کر نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے پاس پہنچیں، اور حضور نے فیصلہ فرمایا کہ نہ تمہارے لیے نفقہ ہے نہ سکونت۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: انھا النفقہ و السكني للمرأة على زوجها ما كانت له عليها بجعه، فاذالم يكن له عليها بجعه فلا نفقه ولا سکٹی۔'' عورت کا نفقہ اور اس کی سکونت تو شوہر پر اس صورت میں واجب ہے جب کہ شوہر کو اس پر رجوع کا حق ہو۔ مگر جب رجوع کا حق منہ ہو تو منہ نفقہ ہے منہ سکونت'' (مسند احمد)۔ طبرانی اور نسائی نے مجھی قریب قریب یہی روایت نقل کی ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں فاذا کانت لا تعل لہ حتی تنکح زوجا غیرہ فلا نفقہ ولا سکنی۔ '' لیکن جب وہ اس کے لیے اس وقت تک طلال نہ ہو جب تک اس کے سواکسی اور مرد سے نکاح نہ کرے تو پھراس کے لیے نہ نفقہِ ہے نہ سکونت ''۔ یہ مکم بیان کرنے کے بعد حضورً نے ان کو پہلے ام شریک کے گھر میں عدت گزارنے کا حکم دیا اور بعد میں فرمایاکہ تم ابن ام مکتوم کے ہاں رہو۔ لیکن اس مدیث کوجن لوگوں نے قبول نہیں کیا ہے ان کے دلائل یہ میں: اولاً، ان کو شوہر کے رشتہ داروں کا گھر چھوڑنے کا علم اس لیے دیا گیا تھاکہ وہ بہت تیززبان تھیں اور شوہر کے رشته داران کی بد مزاجی سے تنگ تھے ۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ '' ان خاتون نے اپنی مدیث بیان کر کے لوگوں کو فتنے میں ڈال دیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ زبان دراز تھیں، اس لیے ان کو ابن ام مکتوم کے ہاں رکھا گیا''(ابو داؤد)۔ دوسری روایت میں سعید بن المسیب کا پیہ قول منقول ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے شوہر کے رشتہ داروں سے زبان درازی کی تھی اس لیے انہیں اس گھرسے متقل ہونے کا عکم دیا گیا تھا (جصاص)۔ سلیمان بن یسار کہتے ہیں '' ان کا گھر سے نکلنا در اصل بد مزاجی کی وجہ سے تھا'' (ابو داؤد)۔

ثانیاً، ان کی روایت کو حضرت عمر نے اس زمانے میں رد کر دیا تھا جب بکثرت صحابہ موجود تھے اور اس معاملہ کی پوری تحقیقات ہو سکتی تھی۔ ابراہیم تحنی کہتے ہیں کہ جب صرت عمر کو فاطمہؓ کی یہ مدیث پہنچی تو انہوں نے فرمایا لسنا بتای کی ایہ فی کتاب اللہ و قول سول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لقول امراۃ لعلها اوهمت سمعت برسول الله صلى الله عليه و سلم يقول لها السكنى و لنفقه. " م كتاب الله كي ايك آیت اور رسول الله صلی الله علیه و سلم کے قول کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے جے شاید کچھ وہم ہوا ہے ۔ میں نے خود رسول الله صلی الله علیہ و سلم سے سنا ہے کہ مبتونۃ کے لیے سکونت کا حق بھی ہے اور نفقہ کا بھی '' (جساس)۔ ابواسحاق کہتے ہیں کہ میں اسود بن یزید کے پاس کوفہ کی مسجر میں بیٹھا تھا۔ وہاں شعبی نے فاطمہ بنت قیس کی مدیث کا ذکر کیا۔ اس پر حضرت اسود نے شعبی کو کنگریاں تھینج ماریں اور کھا کہ حضرت عمر کے زمانے میں جب فاطمہ کی بیہ روایت پلیش کی گئی تھی توانہوں نے کہا تھا ''ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے رد نہیں کر سکتے، معلوم نہیں اس نے یادرکھایا بھول گئی۔ اس کے لیے نفقہ اور سکونت ہے، اللہ کا عکم ہے لَا اُنْخُرِ جُوْهُنَّ مِنَ بُیُوْتِهِنَّ " بیر روایت با خلاف الفاظ مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور نسائی میں منقول ہوئی ہے۔ ' الثاً، مروان کے زمانہ حکومت میں جب مطلقہ مبتوعۃ کے متعلق ایک نزاع جل پڑی تھی، حضرت عائشہ نے فاظمہ بنت قیس کی روایت پر سخت اعتراضات کیے تھے ۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھاکیا آپ کو فاطمہ کا قصہ معلوم نہیں ہے ؟ انہوں نے جواب دیا'' فاطمہ کی مدیث کا ذکر یہ کرو تو اچھا ہے '' (بخاری) بخاری نے دوسری روایت جو نقل کی ہے اس میں حضرت عائشہ کے الفاظ یہ ہیں'' فاطمہ کو کیا ہو گیا ہے ، وہ خدا سے ڈرتی نہیں ؟'، تیسری روایت میں صرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ صرت عائشہ نے فرمایا'' فاطمہ کے لیے یہ حدیث بیان کرنے میں کوئی جھلائی نہیں ہے ''۔ حضرت عروہ ایک اور روایت میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فاطمہ پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا اور کھا '' وہ دراصل ایک غالی مکان میں تھیں جاں کوئی مونِس نہ تھا اس لیے ان کی سلامتی کی خاطر حضور نے ان کو گھربدل دینے کی ہدایت فرمانی سمی''۔ رابعاً، ان خاتون کا نکاح بعد میں اسامہ بن زید سے ہوا تھا، اور محد بن اسامہ کھتے ہیں کہ جب کہمی فاطمہ اس حدیث کا ذکر کرتیں میرے والد، جو چیز بھی ان کے ہاتھ لگتی اٹھا کر ان پر دے مارتے تھے (جساس)۔ ظاہر ہے کہ صفرت اسامہ کے علم میں سنت اس کے خلاف نہ ہوتی تو وہ اس مدیث کی روایت پر اتنی ناراضی کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔

- *17 There is complete consensus that whether the woman has been divorced revocably or irrevocably, her husband is responsible for her lodging and maintenance till child-birth if she is pregnant. However, a difference of opinion has arisen in case the husband of the pregnant woman may have died, irrespective of whether he may have died after pronouncing the divorce, or may not have pronounced any divorce and the woman may have been widowed during pregnancy. In this regard, the jurists have expressed the following views:
- (1) Ali and Abdullah bin Masud hold that she has an obligatory right to maintenance in the husband's undivided legacy. The same has also been cited as the view of Abdullah bin Umar, Qadi Shuraih, Abul Aliyah, Shabi and Ibrahim Nakhai, and a saying of Abdullah bin Abbas also supports the same. (Alusi, Al-Jassas).
- (2) Ibn Jarir has cited another view of Abdullah bin Abbas to the effect: If the deceased person has left some inheritance, expenditure should be made on her from the share of the child of her womb; and if he has left no inheritance, the heirs of the deceased should spend on her, for Allah says: And the same responsibility for the maintenance of the mother devolves upon the heir. (Surah Al-Baqarah, Ayat 233).

(3) Jabir bin Abdullah, Abdullah bin Zubair, Hasan Basri, Hadrat Saed bin al-Musayyab and Ata bin Abi Rabah say that there is no maintenance for her in the inheritance of the deceased husband. A third saying from Abdullah bin Abbas also has been cited to be the same. (Al-Jassas). This means that she can meet her expenses from the share of inheritance that she may receive from the husband's legacy, but she has no right of inheritance on the husband's combined legacy, which may burden the other heirs.

- (4) Ibn Abi Laila says: Her maintenance in the deceased husband's legacy is as obligatory as is somebody's debt obligatory in his legacy. (Al-Jassas). That is, just as a debt has to be paid out of a combined legacy, so also should her maintenance be paid out of it.
- (5) Imam Abu Hanifah, Imam Abu Yusuf, Imam Muhammad and Imam Zufar say: She has neither any right to lodging in the deceased husband's legacy nor to maintenance, for nothing belongs to the deceased after death: whatever remains after him belongs to the heirs. The widowed pregnant woman, therefore, cannot have any maintenance in their property. (Hedayah, Al-Jassas). The same is the viewpoint of Imam Ahmad bin Hanbal (Al-Insaf).
- (6) Imam Shafei says: There is no maintenance for her; but she has a right to lodging (Mughni al-Muhtaj). His reasoning is based on the incident concerning Furaiah bint-Malik, sister of Abu Saed Khudri: when her husband was put to death, the Prophet (peace be upon him) commanded her to pass her waiting-period in the house of her husband.

(Abu Daud, Nasai, Timtidhi). Furthermore, they deduce their view from the tradition of Daraqutni: The Prophet (peace be upon him) said: there is no maintenance for the widowed pregnant woman. The same is the view of Imam Malik also. (Hashiyah ad-Dusuqi).

17* یہ امر متفق علیہ ہے کہ مطلقہ، خواہ رجعیہ ہویا مبتونہ، اگر عاملہ ہو تو وضع حمل تک اس کی سکونت اور اس کے نفقہ کا ذمہ دار شوہر ہے ۔ البتہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ عاملہ کا شوہر مرگیا ہو، قطع نظر اس سے کہ وہ طلاق دینے کے بعد مرا ہو، یا اس نے کوئی طلاق نہ دی ہواور عورت زمانہ حمل میں بیوہ ہوگئی ہو۔ اس معاملہ میں فقہاء کے مسالک یہ ہیں:

1)۔ حضرت علی اور حضرت عبدالله بن متعودٌ کا قول ہے کہ شوہر کے مجموعی ترکہ میں اس کا نفقہ واجب ہے ۔ حضرت عبدالله بن عمر، قاضی شریح، ابوالعالیہ، شعبی اور ابراہیم نخبی سے بھی یہی قول منقول ہے ، اور حضرت عبدالله بن عباسؓ کا بھی ایک قول اسی کی تائید میں ہے (آلوسی۔ جساس)۔

2)۔ ابن جریر نے صرت عبداللہ بن عباسؓ کا دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اس کے پیٹ کے بچے

کے حصے میں سے خرچ کیا جائے اگر میت نے کوئی میراث چھوڑی ہو۔ اور اگر میراث نہ چھوڑی ہو تو میت کے وارثوں کو اس پر خرچ کرنا چاہیے ، کیونکہ الله تعالیٰ نے فرمایا : وَعَلَی الْوَایِثِ مِثْلُ ذٰلِکَ (البقرہ، آیت

کے وارٹول تو آئل پر خرچ کرما چاہیے ، نیونلہ الله تعالیٰ کے فرمایا : و علی الو آئر نتِ

3) ـ ضرت جابرٌ بن عبد الله ، ضرت عبد الله بن الزبيرٌ، ضرت من بصرى، ضرت سعيد بن المسيب اور

صرت عطاء بن ابی رَباح کہتے ہیں کہ متوفی شوہر کے مال میں اس کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے۔ صرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی ایک تلیمرا قول یہی منقول ہوا ہے (جساس)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کے ترکہ میں سے اس کو جو میراث کا حصہ ملا ہواس سے وہ اپنا خرچ پورا کر سکتی ہے ، لیکن شوہر کے مجموعی

ترکے پراس کا نفقہ عائد نہیں ہوتا جس کا بارتمام وارثوں پر پڑے۔

4)۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ اس کا نفقہ متوفی شوہر کے مال میں اسی طرح واجب ہے جس طرح اس کے مال میں کسی کا قرض واجب ہوتا ہے (جساس)۔ یعنی مجموعی ترکہ میں سے جس طرح قرض ادا کیا جاتا ہے اسی طرح اس کا نفقہ بھی ادا کیا جائے۔

5)۔ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسٹ، امام محمد اور امام زُفرہ کہتے ہیں کہ میت کے مال میں اس کے لیے نہ سکونت کا حق ہے نہ نفقہ کا۔ کیونکہ موت کے بعد میت کی کوئی ملکیت ہی نہیں ہے ۔ اس کے بعد تو وہ وارثوں کا مال ہے ۔ ان کے مال میں عاملہ بیوہ کا نفقہ کیسے واجب ہوسکتا ہے (ہدایہ، جساس)۔ یہی مسلک امام احمد بن عنبل کا ہے (الانساف)۔

6)۔ امام شافعیؓ کہتے ہیں کہ اس کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے ، البتہ اسے سکونت کا حق ہے (مغنی المختاج)۔ ان کا استدلال حضرت ابو سعید خدریؓ کی بہن فریعہ بنت مالک کے اس واقعہ سے ہے کہ ان کے شوہر جب قتل کر دیے گئے تورسول الله صلی الله علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ شوہر کے گھر ہی میں عدت گزاریں (ابو داؤد، نسائی، ترمذی)۔ مزید برآل ان کا استدلال دار قطنی کی اس روایت سے ہے کہ حضور نے فرمایا: للحامل المتوفی عنها زوجها نفقہ۔ ''بیوہ عاملہ کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے ''۔ یہی مسلک امام

*18 This divine command teaches several important things:

مالک کا بھی ہے (ماشیۃ الدسوقی)۔

- (1) That the woman is the owner of her milk; otherwise, obviously she could not be authorized to receive wages for it.
- (2) That as soon as she becomes free from the marriage bond with her previous husband at child-birth, she is not legally bound to nurse her child; but if the father desires that she nurse it, and she also is willing for it, she would suckle it and would be entitled to receive the wages.
- (3) that the father also is not legally bound to have the child

suckled only by its mother;

(4) that the maintenance of the child is the responsibility of the father.

(5) that the mother is best entitled to suckle the child, and the other woman can be employed for suckling only in case the mother herself is not willing for it, or demands too high a wage for the father to pay. The sixth rule that automatically follows is that if the other woman also demands the same wages as the mother, then the mother's right is superior.

The following are the opinions of the jurists in this regard: Dahhak says: The child's mother is best entitled to suckle it, but she has the option to suckle it or not. However, if the child does not take to the new nurse-maid, the mother will be compelled to suckle it. A similar opinion is held by Qatadah, Ibrahim Nakhai and Sufyan Thauri. ibrahim Nakhai adds: In case another woman is not available for nursing the child, the mother will be compelled to nurse it. (Ibn Jarir). According to Hedayah: If at the separation of the parents the child has not yet been weaned, it is not obligatory that the mother alone should suckle it. However, if another woman is not available, the mother would be compelled to suckle the child. And if the father says: I shall employ another woman to suckle the child on wages instead of having it suckled by the mother on wages, and if the mother demands the same wages as the other woman, or is willing to perform the service gratis, the mother's right will be regarded as superior. And if the child's mother demands higher wages, the father will not be compelled to accede to

her demand

18*اس ارشاد سے کئی اہم باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کورت اپنے دودھ کی مالک ہے ، ورنہ ظاہر ہے کہ وہ اس کی اجرت لینے کی مجاز نہیں ہو سکتی تھی۔ دوسرے یہ کہ جب وہ وضع حل ہوتے ہی اپنے سابق شوہر کے نکاح سے باہر ہوگئی تو بچے کو دودھ پلانے پر وہ قانوناً مجبور نہیں ہے بلکہ باپ اگر اس سے دودھ پلوانا چاہے اور وہ بھی راضی ہو تو وہ اسے دودھ پلائے گی اور اس پر اجرت لینے کی حق دار ہوگی۔ تیسرے یہ کہ باپ

بھی قانوناً مجبور نہیں ہے کہ بچے کی ماں ہی سے اس کو دودھ پلوائے ۔ پوتھے یہ کہ بچے کا نفقہ باپ پر عائد ہوتا ہے ۔ ہے ۔ پانچویں یہ کہ بچے کو دودھ پلانے کی اولین حق دار ماں ہے اور دوسری عورت سے رضاعت کا کام اسی صورت میں لیا جاسکتا ہے جبکہ ماں خود اس پر راضی یہ ہو، یا اس کی اجرت مانگے جس کا اداکرنا باپ کی مقدرت

میں نہ ہو۔ اسی سے چھٹا قاعدہ یہ نکلتا ہے کہ اگر دوسری عورت کو بھی وہی اجرت دینی پڑے جو پچے کی مال مانگتی ہو توماں کا حق اولیٰ ہے ۔

فقهاء کی آراء اس مئلے میں یہ میں:

ضحاک کہتے ہیں کہ '' پیچے کی ماں اسے دودھ پلانے کی زیادہ حق دار ہے ۔ مگر اسے اختیار ہے کہ چاہے دودھ پلانے یا نہ پلانے ۔ البتہ اگر بچپہ دوسری عورت کی چھاتی قبول نہ کرے تو ماں کو اسے دودھ پلانے پر مجبور کیا میں سے مصلح میں کہتا ہے۔ البتہ اگر بچپہ دوسری عورت کی چھاتی قبول نہ کرے تو ماں کو اسے دودھ پلانے پر مجبور کیا

جائے گا''۔ اسی سے ملتی جلتی رائے قتادہ اور ابراہیم تختی اور سفیان توری کی ہے ۔ ابراہیم تختی یہ جھی کہتے ہیں کہ ہیں کہ '' اگر دوسری عورت رضاعت کے لیے نہ مل رہی ہو تب جھی ماں کو اسے دودھ پلانے پر مجبور کیا

جانے گاد، (ابن بریر)۔

ہدایہ میں ہے ، '' اگر ماں باپ کی علیحدگی کے وقت چھوٹا بچپر دودھ پیتا ہو تو ماں پر یہ فرض نہیں ہے کہ وہی اسے دودھ پلائے ۔ البتۃ اگر دوسری عورت نہ ملتی ہو تو وہ رضاعت پر مجبور کی جائے گی۔ اور اگر باپ یہ کھے کہ میں بچے کی ماں کو اجرت دے کر اس سے دودھ پلوانے کے بجائے دوسری عورت سے اجرت پر یہ کام لوں گا، اور ماں دوسری عورت ہی کے برابر اجرت مانگ رہی ہو، یا بلا اجرت ہی اس خدمت کے لیے راضی ہو، تو اس صورت میں ماں کا حق مقدم رکھا جائے گا۔ اور اگر بچے کی ماں زیادہ اُجرت مانگ رہی ہو تو باپ کو اس پر

*19 This contains a severe rebuke both for the father and for the mother. The style clearly shows that if the two do not settle the question of the child's suckling amicably, overlooking the previous bitterness that led to divorce, it is not approved by Allah, The woman has been warned to the effect: If you demand too high a wage only in order to embarrass the man, the fosterage of the child is not dependent on you alone: some other woman will muse it. And the man has also been warned as if to say: It would be unfair if you pressed the mother unjustly only because she was the mother. In this connection, also see Surah Al-Baqarah, Ayat 233 for details.

19*اس میں ماں اور باپ دونوں کے لیے عتاب کا ایک پہلوہے ۔ انداز بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی تلخیوں کی بنایر، جن کے باعث بالآخر طلاق تک نوبت پہنچی تھی، دونوں بھلے طریقہ سے آپس میں پچے کی رضاعت کا معاملہ طے نہ کریں تو یہ الله کو پہند نہیں ہے ۔ عورت کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تو زیادہ اجرت مانگ کر مرد کو تنگ کرنے کی کوشش کرے گی تو یچے کی پرورش کچھ تیرے ہی اوپر موقوف نہیں ہے ، کوئی دوسری عورت اسے دودھ پلالے گی۔ اور مرد کو بھی تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تو ماں کی مامتا سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اسے تنگ کرنا چاہے گا تو یہ بھلے آدمیوں کا ساکام نہ ہوگا۔ قریب قریب یہی مضمون سورہ بقرہ، آیت 233 میں زیادہ تفصیل کے ساتھ ارشاد ہوا ہے ۔

7. Let him spend, he who has means, according to his means. And whosoever, is restricted upon him, his

الْيُنْفِقُ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ اللهُ فَرْجِ كُرنَا عِلْيَ صَاحِبِ وسعت كو وَمَنْ قُلِيرً عَلَيْهِ بِإِنْ قُلْهُ اللَّيْ وسعت كے مطابق اور وہ فَلْيُنْفِقُ مِمَّا اللهُ الله يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا إِلَّا مَا الرَّق تووہ خرج كرے اسميں سے جو

provision, so let him spend from what Allah has given him. Allah does not burden a person beyond what He has given him. Allah will soon bring, after hardship, an ease.

زیربار کرتا کسی جان کو مگر جتنا اسکو دیا ہے۔ عنقریب الله کریگا تنگی کے بعد آسانی۔

الله أَسْيَجُعَلُ الله بَعْدَ الله مَي

8. And how many towns*20 rebelled against the command of their Lord and His messengers, so We called them to a severe account and We imposed them a terrible punishment.

اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنوں اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبُنْهَا اللهِ مَا سَرُسْ کَی مَمْ کی این رب کے اور اسکے رسولوں کے تو محاسبہ کیا ہم نے انکا سخت حیاب میں اور ان کو مذاب دیا بدترین مذاب ۔

وَ كَأَيِّنُ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَثْ عَنْ حِسَابًا شَدِيْدًا ۗ وَ عَنَّابُنْهَا عَنَابًا نُّكُرًا

*20 Now, the Muslims are being warned of the fate they would meet in this world and in the Hereafter is they disobeyed the commands they have been given through the Messenger (peace be upon him) of Allah and His Book and the rewards they would receive if they adopted obedience.

20* اب مسلمانوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول اور اس کی کتاب کے ذریعہ سے جواحکام ان کو دیے گئے ہیں ان کی اگر وہ نافرمانی کریں گے تو دنیا اور آخرت میں کس انجام سے دوچار ہونگے ، اور اگر اطاعت کی راہ

اختیار کریں گے توکیا جزا یائیں گے ۔

So they 9. tasted the evil consequence of their affair, and it was the outcome of their affair full of loss.

سو چکھ لی انہوں نے سزا اپنے کاموں کی اور ہوا انجام ان کے معاملے کا خمارے والا۔

فَنَاقَتُ وَبَالَ آمُرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ آمُرِهَا خُسُرًا إِنَ

Allah has prepared for them a severe punishment. So fear Allah, O you men of understanding, those who have believed. Indeed, Allah has down to you admonition.

تیار کر رکھا ہے اللہ نے انکے لئے فَاتَّقُوا اللهَ يَأُولِي الْأَلْبَابِ ﴾ النحت مذاب تو دُرو الله سے اے عقل والو جو ایان لانے ہو۔ بیشک نازل کردی ہے اللہ نے تمهاری طرف نصیحت به

اَعَتَّ اللهُ لَهُمُ عَنَابًا شَدِيْكًا ۖ النَّذِينَ المَنْوُا ﴿ قُلُ أَنْزَلَ اللَّهُ اِلْيُكُمُ ذِكْرًا ﴿ اللَّهِ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ

11. A Messenger*21 who recites to you the verses of Allah, clearly guided, that He may bring out those who believed and did righteous deeds from darkness into light. **And** whoever

 *21 ایک رسول *21 جو بردهتا ہے تہارے سامنے آیات الله کی جو روش ہیں تاکہ وہ نکال لانے انکو جو ایان لانے اور کرتے رہے نیک اعال اندھیروں میں سے روشنی کی طرف 22*۔ اور جو ایان لاتے الله

سَّسُولاً يَّتُلُوا عَلَيْكُمُ الْبِ اللهِ مُبَيِّنْتِ لِيُخْرِجَ النَّذِينَ امَنُوا وعمِلُوا الصَّلِحْتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْسِ وَمَنْ يُّؤُمِنُ بِاللهِ وَيَعْمَلُ صَالِحًا believes in Allah and does righteousness, He shall admit him into gardens flowing underneath which rivers, they shall abide therein forever. Indeed, Allah has excellent provision for them.

پر اور کرے نیک عمل وہ انکو داخل کریگا جنتوں میں بہ رہی ہیں جنکے نیچے نہریں ۔ وہ رہیں گے ان میں ہمیشہ۔ بیشک بہترین رکھا ہے الله نے انکے لئے رزق۔

يُّلُخِلُهُ جَنَّتٍ تَجُرِیُ مِنُ تَحُرِیُ مِنُ تَحُرِیُ مِنُ تَحُرِیُ مِنُ تَحُرِیُ مِنُ تَحُرِیُ مِنُ تَحُتِهَا الْرَهُمُّلُ خلِلِاِیْنَ فِیْهَا الْرَهُمُّلُ خلِلِاِیْنَ فِیْهَا اللهٔ لهٔ اَبْلًا لهٔ لهٔ لهٔ لهٔ مَنْ اللهٔ لهٔ مِنْ قَالَ

*21 Some of the commentators opine that admonition here implies the Quran and Messenger, the Prophet Muhammad (peace be upon him). Some others say that admonition implies the Prophet (peace be upon him) himself, because he was admonition for the people through and through. We are of the opinion that this second interpretation is more correct, for according to the first commentary the sentence would read: We have sent down to you an admonition and sent such a Messenger. Obviously, there is no need for such an interpolation in the Quranic passage when it is perfectly meaningful, even more so, without it.

21 * مفرین میں سے بعض نے نصیحت سے مراد قرآن لیا ہے ، اور رسول سے مراد محمد صلی الله علیہ وسلم اور بعض کہتے ہیں کہ نصیحت سے مراد خود رسول الله صلی الله علیہ وسلم ہی ہیں، یعنی آپ کی ذات ہمہ تن نصیحت تھی۔ ہمارے نزدیک یہی دوسری تفییر زیادہ صیحے ہے ، کیونکہ پہلی تفییر کی روسے فقرہ یوں بنانا پوے نصیحت تھی۔ ہماری طرف ایک نصیحت نازل کی ہے اور ایک ایسا رسول جمیجا ہے ، قرآن کی عبارت میں اس تبدیلی کی آخر ضرورت کیا ہے جب کہ اس کے بغیر ہی عبارت نہ صرف پوری طرح با معنی ہے بلکہ

*22 Out of darknesses into light: out of the darknesses of ignorance into the light of knowledge. The full significance of this divine saying becomes obvious only when one studies the other ancient and modern family laws of the world pertaining to divorce, waiting-period and provision of maintenance. This comparative study will show that in spite of the un-ending alterations, modifications and continual legislation no nation has been able so far to build for itself such a rational, natural and socially useful law as had been given by this Book and the Messenger (peace be upon him) who brought it 1500 wears ago. It has never stood in need of revision nor it ever will. There is no occasion here for a detailed comparative study of it; we have, however, given a brief specimen of it in the concluding portion of our book Huquq az-Zaujain; the scholars who are interested in the subject can for themselves compare the world's religious and secular laws with this law of the Quran and Sunnah.

22 * یعنی جمالت کی تاریخیوں سے علم کی روشنی میں نکال لائے ۔ اس ارشاد کی پوری اہمیت اس وقت سمجھ میں آتی ہے جب انسان طلاق، عدت اور نفقات کے متعلق دنیا کے دوسرے قدیم اور جدید عائلی قوانین کا مطالعہ کرتا ہے ۔ اس تقابلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بار بار کی تبدیلیوں اور نت نئی قانون سازیوں کے باوجود آج تک کسی قوم کو ایسا معقول اور فطری اور معاشرے کے لیے مفید قانون میسر نہیں آسکا ہے جیسا اس کتاب اور اس کے لانے والے رسول نے ڈیورھ ہزار برس پہلے ہم کو دیا تھا اور جس پر کسی نظر ان کی ضرورت نہیں آئی نہ پیش آئی نہ پیش آئی نہ پیش آسکتی ہے ۔ یہاں اس تقابلی بحث کا موقع نہیں ہے ۔ اس کا محض ایک مخضر سا نمونہ ہم نے اپنی کتاب درج کیا ہے ۔ لیکن جواصحاب علم چاہیں وہ نمونہ ہم نے اپنی کتاب دوجای بار جین ہوا ہیں ہو

دنیا کے مذہبی اور لا دینی قوانین سے قرآن و سنت کے اس قانون کا مقابلہ کر کے خود دیکھ لیں۔

12. Allah it is He who has created seven heavens and of the earth, *23 the them. like of **Descends** His command among them, so that you may know that Allah, over things, has power and that Allah encompasses things

knowledge.

الله وہی ہے جس نے پیدا کئے سات آسمان اور زمین بھی انکی طرح ۔ نازل ہوتا رہتا ہے اسکا عکم انکے درمیان تاکہ تم جان لوکہ الله ہر چیز پر قادر ہے۔ اور بیہ کہ الله اطامہ کئے ہوئے ہے ہر چیز کا اپنے علم سے ۔

*23 "The like of them" does not mean that He created as many earths as the heavens, but it means that He has also created several earths as He has created several heavens. "Of the earth" means that just as this earth which is inhabited by man is serving as bed and cradle for the creatures living on it, so has Allah made and set other earths also in the universe.

23*" اُنہی کے ماند" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جتنے آسمان بنائے اُنٹی ہی زمینیں بھی بنائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جننے آسمان بنائے ہیں ویسی ہی متعدد زمینیں بھی بنائی ہیں۔ اور "زمین کی مطلب یہ ہے کہ جیسے متعدد آسمان اس نے بنائے ہیں ویسی ہی متعدد زمینیں بھی بنائی ہیں۔ اور "زمین کی قسم سے "کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ زمین جس پر انسان رہتے ہیں، اپنی موجودات کے لیے فرش اور گوارہ بنی ہوئی ہے اسی طرح الله تعالیٰ نے کائنات میں اور زمینیں بھی تیار کر رکھی ہیں جو اپنی اپنی آبادیوں گوارہ بنی ہوئی ہے اسی طرح الله تعالیٰ نے کائنات میں اور زمینیں بھی تیار کر رکھی ہیں جو اپنی اپنی آبادیوں

کے لیے فرش اور گھوارہ ہیں۔ بلکہ بعض مقامات پر تو قرآن میں یہ اشارہ بھی کر دیا گیا ہے کہ جاندار مخلوقات صرف زمین ہی پر نہیں ہیں، عالم بالا میں بھی پائی جاتی ہیں (مثال کے طور پر ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چارم۔الثوری، آیت 29، عاشیہ 50)۔بالفاظ دیگر آسمان میں یہ جو بے شمار تارے اور سیارے نظراتے ہیں، یہ سب ڈھنڈار پڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ زمین کی طرح ان میں بھی بحثرت ایسے ہیں جن میں دنیائیں آباد ہیں۔

